دنیا کے مزدورو ایک ہو جاؤ!



ملکی و عالمی حالات

اہداف

ہماری حکمت عملیاں

Scanned with CamScanner

پیش لفظ

دنیا کی ہر کمیونسٹ پارٹی عمومی حالات میں ہر چار یا پانچ سال کے بعد اپنی کانگریس کا انعقاد کرتی ہے۔ گذشتہ کانگریس سے لیکر اس وقت تک جب نئی کانگریس منعقد ہو رہی ہو عالمی و ملکی حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ دنیا معاشی اور اطلاعتی طور پر ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئی ہے۔ اس وجہ سے عالمی حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے اس میں موجود تضادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ایک پارٹی ان عالمی تضادات کی روشنی میں اپنے ملک میں موجود تضادوں کا تجزیہ کرتی ہے۔ ان تضادوں کی روشنی میں سماج کی مختلف قوتوں کے مفادات کے بنیاد پر صف بندی بھی کرتی ہیں۔ ہماری پارٹی کی گزشتہ کانگریس 11 تا 13 اپریل 2011 کو منعقد ہوئی۔ ہماری اس دستاویز میں اس وقت سے لیکر آج تک حالات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اسی کے بنیاد پر ہماری پارٹی نے اپنے اہداف کا تعین کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ گذشتہ کانگریس سے لیکر آج تک عالمی و ملکی حالات میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آئی۔ ہاں البتہ کل تک جو چیزیں ابھی اپنی ابتدائی شکل میں تھیں وہ زیادہ واضح ہو کر سامنے آ گئی ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے اہداف میں بھی کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی گئی۔ اسی طرح اہداف کے حصول کیلئے حکمت عملی میں بھی کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی

Scanned with CamScanner

گئی۔ دو باتوں کو پہلے سے زیادہ واضح کیا گیا ہے۔ ملک کے گھمبیر حالات سامراج کی بے انتہا ،جارحانہ پالیسیوں اور مذہبی دہشت گردی جو عالمی سامراجیت کی دین ہے کی خطرناک صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ کوئی بھی ایک پارٹی یا گروپ اکیلے طور پر ان حالات کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس وجہ سے متحدہ محاز کی ضرورت پہلے سے زیادہ آج ہے۔ دوسری بات پر یہ واضح کی گئی ہے کہ ان قوتوں سے مقابلے کیلئے ملکی سطح تک بننے والے اتحادوں کی طرح علاقائی کمیونسٹ اور ورکرز پارٹیوں کے اتحاد بنا کر مشترکہ حکمت عملیاں ترتیب دے کر ان کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمیں امید ہے کہ پارٹی آئندہ کانگریس تک اپنے اہداف کو حاصل کرنے کیلئے بھرپور جدو جہد کرے گی۔ اس سلسلے میں نظریاتی و سیاسی جدو جہد کو تیز کیا جائے گا۔ نظریاتی جدو جہد سماج میں لڑنے کے ساتھ ساتھ پارٹی کے اندر بھی جدو جہد تیز کی جائے گی۔ تاکہ سامراج اور کمیونسٹ نظریئے سے غداری کرنے والے دانشوروں اور سیاسی گروہوں کی طرف سے نظریاتی ابہاموں کی وجہ سے پارٹی کیڈر میں مایوسی اور عدم دلچسپی پیدا نہ ہو۔

امداد قاضی

سیکرٹری جنرل

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان

2016-05-13

Scanned with CamScanner

عالمی حالات

مالیاتی سرمایہ اور سرمایہ داری کا بحران :

گذشتہ تقریباً 20 سال سے مالیاتی سرمائے کے عروج اور اجارہ داری نے قرضوں اور اسٹاک ایکسچینج کے نظاموں میں زلزلہ پیدا کر دیا ہے۔ اس سے پہلے صنعتی پیداوار نئی ٹیکنالوجی کے استعمال سے تیزی سے بڑھی۔ جس کے نتیجے میں خود ترقی یافتہ صنعتی مراکز میں منڈی سکڑنے لگی۔ منڈی میں جان ڈالنے کیلئے مصنوعی قوت خرید پیدا کی گئی۔ ایک طرف نشریاتی اداروں نے اشتہار بازی کے ذریعہ مصنوعات کی خریداری کیلئے کشش پیدا کی تو دوسری طرف گراس روٹ لیول تک اشیائے صرف، مکان اور آٹو موبائل وغیرہ کی خریداری کیلئے لیزنگ کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس قرضے کی قسطیں ادا کرنے کیلئے آمدنی میں اضافے کی ضرورت تھی جو نہیں ہوئی بلکہ مہنگائی کی وجہ سے آمدنیاں کم ہوئیں، بیروزگاری کی وجہ سے قرضے ڈیفالٹ ہونے لگے۔ ایک نیا کاروبار کریڈٹ کارڈ کا شروع کیا گیا۔ اصل قرضے کا سود بہت کم لیکن کریڈٹ کارڈ کا سود 35 فیصد تک اور جرمانہ ملا کر 50 فیصد تک پہنچ گیا۔ نتیجتاً بینکس دیوالیہ ہو گئے۔ ان قرضوں کی ضامن ریاستیں تھیں، تو ریاستیں مقروض ہونے لگیں۔ امیر لوگوں کی تعداد کم ہوتی گئی اور وہ بھی ٹیکسوں میں

Scanned with CamScanner

گھپلا کرتے رہے۔ باقی آبادی کا بڑا حصہ بیروزگار ہونے کی وجہ سے ٹیکسوں کی ادائیگی کے قابل نہ رہا۔ اس وجہ سے ملکوں کے ریاستی اخراجات کو پورا کرنے کیلئے ساہوکاروں سے قرضے لیے گئے جس کے نتیجے میں دنیا کے تمام ممالک قرضوں کی دلدل میں غرقاب ہو گئے۔ امریکا اور جاپان سے لیکر چاڈ اور برونڈی تک قرضوں میں جکڑ گئے۔ یہاں سے عالمی مالیاتی سرمائے کی حکمرانی کا دور عروج پر پہنچ گیا۔ پسماندہ ممالک سے لیکر بڑی معیشتوں اور سامراجی ممالک تک کے حکمران ان کے اشاروں پر ناچنے لگے۔

مالیاتی سامراج کی حکمت عملیوں کی وجہ سے صنعتی ترقی کی رفتار گرتی جا رہی ہے۔ انفراسٹرکچر اور خدمات کے شعبوں میں سرمایہ کاری بڑھتی جا رہی ہے۔ 2008 کا وہ زمانہ آیا کہ ماسوائے چین، ویتنام اور انڈیا کے باقی ممالک کی شرح ترقی صفر تک پہنچ گئی جو صورتحال آج بھی برقرار ہے۔ اس کے نتیجے میں دنیا شدید بحران سے دوچار ہو گئی۔ بیروزگاری بڑھتی گئی۔ اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ پیداوار کی کھپت بھی زوال پذیر ہو۔ سرمایہ داری کے اس بحران کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ امریکا کسی حد تک اس بحران سے نکلا ہے اور اس کی شرح ترقی کے اشاریئے مثبت نظر آنے لگے ہیں۔ لیکن اس کی قربانی محنت کش طبقے سے لی گئی ہے۔ یورپ تو ہنوز بحران میں مبتلا ہے۔ اس کے باوجود امریکا میں بیروزگاری میں کمی نہیں آئی اور معیشت قرضوں پر چل رہی ہے۔ جاپان کے عوام تو غربت کے تاریخی ریکارڈ کا شکار ہیں۔ اس وقت امریکا کی شرح ترقی 2.3 فیصد جبکہ چین کی 4.7 فیصد ہے۔ لیکن وقت بوقت اسٹاک ایکسچینج کے بحرانوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ان دونوں ملکوں میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ بیروزگار ہیں۔ دونوں ملکوں میں مفلسی کا گراف ہنوز بڑھ رہا ہے۔ اجرتوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ آئی۔ ایل۔ او کی 2014–2015 کی رپورٹ کے مطابق 2012 میں اجرتوں میں 3.1 فیصد جبکہ 2013 میں اس سے بھی کم یعنی محض ایک فیصد اضافہ ہوا۔

امریکا میں شیل پیٹرولیم کی پیداوار میں اضافے سے عالمی مارکیٹوں میں تیل کی قیمتیں

Scanned with CamScanner

ریکارڈ حد تک گر چکی ہیں۔ جبکہ تیل پیدا کرنے والے ممالک پیداوار کم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اس کے نتیجے میں روس، ایران، سعودی عرب اور وینزویلا کی معیشتیں بحران کا شکار ہوگئی ہیں۔ تیل کی قیمتیں گرنے کے باوجود نہ عالمی معیشت بحران سے نکل سکی ہے نہ ہی روزگار کے نئے وسائل پیدا ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے دنیا میں غربت اور مفلسی بھی بڑھ رہی ہے اور سرمائے کی عمودی بڑھوتری بھی جاری ہے۔ آکسفام کی دسمبر 2014 کی رپورٹ کے مطابق دنیا کی ایک فیصد آبادی جو امیر ترین ہے اس کے پاس 2013 میں دنیا کے 50 فیصد وسائل تھے۔ 2014 میں یہ بڑھ کر 85 فیصد تک پہنچ گئے۔ 2016 کی اس رپورٹ کے مطابق دنیا کے 90 فیصد وسائل ایک فی صد امیروں کے قبضے میں جا چکے ہیں۔

اقوام متحدہ کے ایک ادارے کی طرف سے عالمی معیشت کے ایک جائزے کے مطابق 2014 میں ترقی یافتہ ممالک میں بیروزگاری کی شرح 4.8 فیصد رہی۔ یہ شرح یورپی یونین میں 11 فیصد ہے۔ آئی ایل او کی رپورٹ کے مطابق نوجوانوں میں بیروزگاری کی شرح دگنی سے زیادہ ہے۔ یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو حکومتوں نے سرکاری سطح پر جاری کیے ہیں۔ جو یقیناً بیروزگاری کی شرح کو چھپانے کیلئے تعداد کم ظاہر کرتی ہیں۔

دنیا کے وسائل اور مارکیٹوں پر قبضہ :

عالمی سرمایہ داری نظام کی مالک ٹرانس نیشنل کمپنیوں نے ترقی کی درمیانی و نچلی سطح والے ممالک کے قدرتی وسائل اور مارکیٹوں پر قبضے کی مہم تیز کر رکھی ہے۔ معاشی لبرل ازم اور نجکاری کے نام پر ان کے اثاثوں پر قبضہ کیا جا رہا ہے۔ تیل، گیس اور معدنیات کو اونے پونے داموں خریدا جا رہا ہے۔ حکمرانوں کو اس بات پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ نجکاری کے نام پر پیداواری اور خدمات کے شعبوں کو فروخت کر دیں۔ اس سلسلے میں پروٹیکشن ازم کو ختم کر کے منڈیوں پر قبضے کی مہم تیز ہو چکی ہے۔ جن ممالک کی حکومتوں نے اس سلسلے میں کوئی مزاحمت کی تو ان کو فوجی

Scanned with CamScanner

ناکام ہو گئے۔روس نے کرائمیا کے علیحدگی پسندوں کی مدد کرتے ہوئے کرائمیا کا روس کے ساتھ الحاق کر کے اپنی سرحدیں محفوظ کرلیں۔باقی یوکرین میں بھی امریکا کی کوششیں دھری کی دھری رہ گئیں۔اب امریکا یورپی یونین کے ساتھ مل کر نیو نازی ملیشیائیں تیار کر کے یوکرین کے مشرقی علاقوں میں روسی نسل کی آبادی پر حملے کرا رہا ہے۔روس پر اقتصادی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔جوابی کاروائی کے طور پر روس نے یورپ اور امریکا سے خوراک کی درآمدات پر پابندی لگادی ہے۔یوکرین کے بحران سے واضح ہوا کہ عالمی سرمایہ دارانہ مراکز میں تضاد کی شدت کہاں تک پہنچ چکی ہے۔

چین جو اس وقت دنیا کی دوسری بڑی معیشت کا حامل ملک ہے۔اشیاء صرف اور برقی آلات کی اشیاء میں دنیا کی مارکیٹوں پر قابض ہو چکا ہے۔مزید یہ کہ نئی معاشی راہداریاں بنا کر اپنی معیشت کو مزید وسعت دے رہا ہے۔امریکا ان میں بھی رکاوٹیں ڈال رہا ہے۔چین اس وقت 6 معاشی راہداریوں کی تعمیر کی منصوبہ بندی کر رہا ہے جس میں (1) چین، منگولیا اور روس (2) چین اور وسط ایشیائی ریاستیں جو پہلے سوویت یونین کا حصہ تھیں (3) چین اور انڈو چائینا پینن سیولا (لاؤس ،کمبوڈیا اور ویتنام) (4) چین، پاکستان (5) چین، انڈیا، بنگلادیش، برما اور نیپال (6) یوریشین لینڈ برج (چین ،قزاقستان، روس، بیلاروس اور پولینڈ سے ہوتا ہوا یورپ تک، یعنی چین ریل، روڈ کے ذریعہ ایسا انفراسٹرکچر بنا رہا ہے جس کے نتیجے میں اس کی مالیاتی، صنعتی، تجارتی سرگرمیاں بڑھ جائیں گی۔

دنیا کی 60 فیصد معاشی سرگرمیاں ان راہداریوں کے ذریعہ ہوں گی۔اس طرح عسکری و تجارتی حوالے سے اہمیت کی حامل بندرگاہوں میں چین سرمایہ کاری کرتا جا رہا ہے۔اس کی رو سے بحری راستے امریکی اجارہ داری سے نکل جائیں گے۔یمن میں جنگ کی ایک بنیادی وجہ عدن پورٹ ہے۔جہاں سے سمندری گذرگاہ صرف 15 کلومیٹر چوڑی ہے، اس میں چینی سرمایہ کاری جنگ کی ایک بڑی وجہ ہے۔اس طرح سوڈان کو ٹکڑے کرنے کی بنیادی وجہ بھی

Scanned with CamScanner

ڈارفور اور جنوبی سوڈان میں تیل و گیس اور معدنیات پر چین کی لیز ہے۔ امریکا چین کو گھیرنے کیلئے انڈیا کو تیار کر رہا ہے۔ جبکہ جاپان کو فوجی طور پر مضبوط کر رہا ہے۔ جاپان کی رجعت پسند حکومت نے فوج کے ملک سے باہر استعمال پر آئینی پابندی کو ختم کر دیا ہے۔ اب امریکا ،انڈیا، آسٹریلیا، جاپان، ساوتھ کوریا اور تائیوان کے ساتھ اسٹریٹیجک تعلقات بڑھا رہا ہے تاکہ ایشیا پیسفک ریجن میں جنوبی چین کی طرف سے اسے گھیر سکے۔ واضح رہے کہ چین کے جنوب یعنی جنوبی چینی سمندر میں 250 جزیرے ہیں۔ ان جزیروں کی اکثریت میں تیل، گیس اور دوسری قیمتی معدنیات ہیں۔ ان جزیروں کی ملکیت پر جاپان اور چین میں تاریخی تنازع ہے۔ ویتنام سے چین کی جنگ بھی ان جزیروں کی وجہ سے ہوئی تھی۔ امریکہ پاکستان پر گلگت اور کشمیر کے علاقوں میں دہشت گردوں کیلئے کیمپ قائم کرنے کی سہولیات حاصل کرنے کیلئے دباؤ بڑھا رہا ہے۔

چین کی طرف سے متبادل مالیاتی نظام کی کوشش:

آئی ایم ایف اور عالمی بنک میں امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کی اجارہ داری کی وجہ سے نئی ابھرتی ہوئی معیشتوں کے کردار کو تسلیم نہیں کیا جا رہا تھا۔ اس وجہ سے ایک سو ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کر کے چین نے مالیاتی فنڈ اور ترقیاتی بینک قائم کر لیے ہیں جسے برکس کہا جاتا ہے (BRICS) اس میں چین ،روس، انڈیا ، برازیل اور جنوبی افریقہ کی سرمایہ کاری ہوئی ہے۔ اس طرح ایشین انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ بینک قائم کر کے چین نے ایشین ڈولپمنٹ بنک کا متبادل ادارہ قائم کر لیا ہے۔ اس ادارے میں ایشیا ، افریقہ اور یورپ سے 56 ممالک ممبر بن چکے ہیں۔ چونکہ ان اداروں کی ابتدائی شکل سامراجی مالیاتی اداروں جیسی نہیں ہے۔ اس وجہ سے ممبر ممالک یا قرض لینے والے ممالک کو سامراجی اداروں جیسے تباہ کن شرائط کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور نہ ان کے سیاسی و حکومتی معاملات میں مداخلت ہوگی۔ تاہم ان امکانات کو رد نہیں کیا

Scanned with CamScanner

جا سکتا کہ مستقبل میں یہ بھی آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بینک وغیرہ کی طرح سامراجی کردار ادا کریں۔ شنگھائی تعاون تنظیم اور برکس ممالک لین دین کی عالمی کرنسی ڈالر کو ختم کرنے جیسے معاملات پر بھی غور کر رہے ہیں۔ شنگھائی تعاون تنظیم فوجی تعاون کے متعلق بھی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔

بنیاد پرستی، نسل پرستی، انتہاپسندی اور دہشت گردی:

سوشلسٹ بلاک کے ختم ہونے اور دنیا میں کمیونسٹ و بائیں بازو کی تحریکوں کی کمزوری کی وجہ سے سرمایہ دار سامراجی مالیاتی اداروں نے مہنگائی کو بے انتہا بڑھا دیا ہے۔ ریاستی خدمتی شعبوں کی سہولیات کم کر دی گئیں ہیں۔ اس طرح استعماریت اور سرمایہ دارانہ نظام کی بے دریغ و بے رحمانہ لوٹ کھسوٹ کے نتیجے میں دنیا میں بیروزگاری اور غربت میں بے انتہا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں طبقاتی مزاحمت کا پیدا ہونا لازمی امر تھا۔ دنیا کی کمیونسٹ پارٹیاں اس کا ادراک کرتے ہوئے اپنی نئی حکمت عملیاں ترتیب دے رہی تھیں۔ لیکن ان سے پہلے ہی سرمایہ دار دانشوروں نے محنت کش عوام کی محرومیوں کے غصے کا رخ موڑنے کیلئے مذہبی و نسل پرستی کے تعصب کو بڑھایا۔ اس کو انتہاپسندی کی شکل دینے کیلئے منظم طریقے سے منصوبہ بندی کی۔ مسلمانوں کے پیغمبر کے متعلق تضحیک آمیز مواد اور کارٹون شائع کرا کر ان میں بنیاد پرستی اور انتہاپسندی کو طاقت ور رجحان کے طور پر ابھارا۔ ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ مراکز میں سیاہ فام اور تارکین وطن کے خلاف نفرت کو ابھارا۔ ان کو منظم کرنے اور ابھارنے کیلئے اربوں ڈالر خرچ کیے گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بنیاد پرستی اور انتہاپسندی کے ان رجحانات کو دہشت گردی کی شکل دے دی گئی۔ امریکا میں سیاہ فام آبادی سے نفرت اور ان کو جان سے مار دینے کے واقعات میں اضافہ ہو گیا۔ یورپ میں تارکین وطن کو تمام مسائل کا ذمے دار سمجھا جانے لگا۔ نیو نازی ازم کی تحریک منظم کی گئی۔ اب تو اس کی منظم ملیشیا بھی وجود میں آ چکی ہے۔ جس کی کاروائیاں یوکرین

Scanned with CamScanner

میں واضح طور پر نظر آرہی ہیں۔ ایشیا اور افریقہ میں مذہبی تنگ نظری ایک ہی مذہب میں مختلف مسلکوں کے درمیان تصادم اور منظم قتل وغارت گری کی منزل تک پہنچ گئی ہے شیعہ، سنی تصادم نے تو اس عمل کو اور تیز کیا ہے اس کے نتیجے میں عراق، شام، لبنان، بحرین اور یمن آگ کی لپیٹ میں ہیں۔ ایشیا اور افریقہ کے خطے میں جہاں مسلکی اور مذہبی تضاد کی کیفیت نہ بن سکی وہاں پر قبائلی اور نسلی تصادم کو ہوا دی گئی اس طرح مشرق وسطی ایک بڑے انتشار کا شکار ہو گیا۔ دنیا میں معاشی، سماجی اور طبقاتی محرومیوں کی کیفیت انقلاب کا پیش خیمہ بنتی، اس سے پہلے ہی سرمایہ داری نے اس کا رخ موڑ دیا۔ اس کے باوجود دنیا بھر کی کمیونسٹ پارٹیاں سامراج کی ان عوام دشمن پالیسیوں کی مخالفت کرتے ہوئے عوام کے حقیقی سماجی و معاشی مسائل کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ نسلی و مذہبی عصبیت کے خلاف ہراول دستہ کا کردار ادا کرتے ہوئے سیکولر اور جمہوری نظاموں کیلئے جدوجہد میں پیش پیش ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں سی۔ پی۔ آئی۔ ایم اور سی۔ پی۔ آئی، بی۔ جے۔ پی اور سامراج کی طرف سے مذہبی منافرت پھیلانے کی کوششوں کے خلاف مین اسٹریم پارٹیوں سے زیادہ قائدانہ کردار ادا کر رہی ہیں۔

مشرق وسطیٰ

سامراجی ریشہ دوانیاں:

سوویت یونین میں ردانقلاب کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن تبدیل ہو گیا اور سامراج کو کھلی چھوٹ مل گئی۔ امریکی تھنک ٹینکس نے دنیا پر قبضے کیلئے نئی نئی حکمت عملیاں بنانی شروع کر دیں۔ ان کا بنیادی محور منڈیوں پر قبضہ اور توانائی و معدنیات کے وسائل پر قبضہ کرنے کی حکمت عملیاں تھیں۔ امریکا کی نیشنل سکیورٹی ایجنسی کے دستاویزات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مشرق وسطیٰ کیلئے نیو مڈل ایسٹ پروجیکٹ اور ایشیا افریقہ کیلئے نام نہاد تخلیقی انتشار اور تعمیر (creative distruction then creative construction)

Scanned with CamScanner

کی حکمت عملیاں بنائی ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں سامراج کی مدد سے قائم حکومتوں کے خلاف عوامی ابھار کی لہر شروع ہوئی۔ جو خود رو تھی۔ لیکن سامراج نے اس میں مداخلت کر کے عرب بہار کے نام پر اس عوامی ہلچل کا رخ ہی موڑ دیا۔ بہت سارے مارکسی دانشوروں کا یہ تجزیہ ہے کہ عرب بہار اصل میں امریکی منصوبہ تھا۔ اس عرب بہار کے نتیجے میں قومی ریاستیں تو زیادہ لپیٹ میں آئیں، لیکن امریکی حمایت سے موجود عرب بادشاہوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ جبکہ جمہوریت اور انسانی حقوق کا سب سے سنگین مسئلہ ان ہی ممالک میں تھا، جو امریکی پٹھو حکمران کمزور پوزیشن میں تھے اور ان کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں انقلابات سیاسی کے ساتھ ساتھ معاشی اور سماجی کامیابیاں بھی حاصل کرتے لیکن وہاں پر حکمرانوں کو ہٹا کر ایسی قوتوں کو اقتدار میں لایا گیا جن سے جمہوری اور انقلابی قوتوں کو زیادہ خراب صورتحال سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر وہاں دوبارہ امریکی پٹھو سویلین اور فوجی حکمرانیاں قائم کرائی گئیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال مصر ہے۔ جہاں پر سب سے زیادہ معاشی سماجی انقلاب کی امیدیں تھیں۔ وہاں پر اخوان المسلمین سے ساز باز کر کے پہلے مرحلے میں انہیں حکومت دلائی گئی۔ پھر اخوان کی قدامت پرست، رجعت پسند اور آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے جب عوام دوبارہ سڑکوں پر آئی تو اس کا بہانہ بنا کر جنرل السیسی کی قیادت میں سخت گیر فوجی حکومت قائم کی گئی اب مصر میں پہلے سے زیادہ آمریت قائم ہو گئی ہے۔

لیبیا میں مذہبی انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کی خون ریز لڑائی کے بعد قذافی حکومت تو ختم ہو گئی لیکن مسلکی لڑائی کے نتیجے میں لیبیا ایک طویل انتشار کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے دوسرے کونے یعنی شام تک پہنچ گیا ہے۔ اس دوران پہلی عالمی جنگ جیسی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے مشرق وسطیٰ میں ایک نیا لارنس آف عریبیہ اتارا گیا ہے۔ پہلی عالمی جنگ میں فرانس اور برطانیہ نے ملکر ترک شہنشاہیت کو ختم کرنے کیلئے لارنس آف عریبیہ کو اتارا جس نے سعود اور ہاشمی خاندان کی مدد حاصل کرتے ہوئے ترک امپائر کا خاتمہ کر دیا اور

Scanned with CamScanner

پورے عرب خطے کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ اردن اور فلسطین ہاشمی خاندان کو، جبکہ حجاز سعود خاندان کے حوالے کئے گئے۔ باقی ماندہ ممالک کو برطانیہ اور فرانس نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ اسی طرح کی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے ابو بکر البغدادی کی قیادت میں داعش یا آئی ایس آئی ایس سے وہی کردار ادا کرایا جارہا ہے۔ بوکوحرام، الشباب اور النصرہ وغیرہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

ابھرتا ہوا نقشہ:

مشرق وسطیٰ اور اس کے قریبی ممالک میں دہشت گرد تنظیموں اور ان کی مزاحمت کار قوتوں نے عملی طور پر ہر ایک ملک کو کئی حصوں میں تقسیم کردیا ہے عراق سنی، شیعہ اور کرد حصوں میں بٹ چکا ہے۔ مختلف قوتیں زیادہ سے زیادہ علاقے حاصل کرنے کے لئے آپس میں لڑ رہی ہیں۔ شام اور لبنان عملاً دو اور تین حصوں میں بٹ چکے ہیں۔ یہی صورتحال خطے کے دوسرے ممالک کی ہے۔ امریکا کے اسلحے کے سرمایہ دار فی الحال اس سے خوب دولت کمارہے ہیں۔ اسلحے کے تاجروں نے اپنے دفاتر ٹکڑیوں میں بٹے ان علاقوں میں کھول دیئے ہیں۔ داعش کی مرکزی کمانڈ کے ذریعہ امریکا پورے کھیل کو کھیل رہا ہے۔ ایران سے تعلقات خراب ہونے کے باوجود ان سے مدد لیکر پورے خطے کو خون میں نہلایا جارہا ہے۔ اس کے نتائج لازماً اس علاقے کے ممالک کے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ جانے پر منتج ہوں گے۔ ہر چھوٹی ریاست سامراج کی طفیلی بن جائے گی۔ ایک طویل عرصے تک ان کے درمیان کشیدگی جاری رہے گی، جس سے سرمایہ دار اسلحے کی فروخت سے سرمایہ کماتے رہیں گے۔ پھر اس تباہ حال خطے کی تعمیر نو کیلئے سامراج تعمیر کے نام پر سرمایہ کمائے گا اور اس کے بدلے ان ممالک کی توانائی کے وسائل، معدنیات اور منڈیوں پر قابض ہوجائے گا۔ لیکن یہ لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک نئے سرمایہ دارانہ مراکز کے درمیان پہلی اور دوسری عالمی جنگ کی طرح علاقوں کی بندر بانٹ کا کوئی نیا فارمولا تیار نہیں ہوجاتا۔

Scanned with CamScanner

خطے کی صورتحال

افغانستان:

افغانستان میں ڈاکٹر نجیب کی انقلابی حکومت ختم ہونے کے بعد جس انارکی اور خانہ جنگی کا شکار رہا وہ آج تک جاری ہے۔ افغانستان میں امریکا نے طالبان حکومت کا قیام اس لیے کیا تھا کہ اسے وسط ایشیائی ریاستوں میں ایک گریٹ گیم شروع کرنی تھی۔ طالبان حکومت کے ختم ہونے کے بعد ایک اور نئی گریٹ گیم کے تحت امریکی سامراج نے اپنی حکمت عملیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس دوران انڈیا اور چین نے بھی افغانستان میں اپنے مفادات کا دائرہ پھیلانا شروع کر دیا۔ امریکی حکمت عملیوں کا زیادہ تر انحصار پاکستانی فوج کی طرف سے ملنے والی مدد پر تھا۔ لیکن گریٹ گیم کے اختتام کے بعد امریکہ نے پاکستانی فوج کی مدد بند کر دی اور اسے استعمال شدہ کنڈوم کی طرح خود سے الگ کر دیا جسکے نتیجے میں پاکستانی فوج نے چین پر اپنا انحصار بڑھانا شروع کر دیا۔ اس بدلی ہوئی صورتحال میں امریکا نے خطے میں پاکستان کے بجائے انڈیا کے کردار کو آگے بڑھایا۔ نتیجے میں پاکستان کی فوجی اسٹیبلشمنٹ اور امریکہ کے درمیان فاصلے بڑھتے گئے۔ افغانستان میں مستحکم حکومت کا قیام ابھی بہت دور کی بات ہے۔ اس وجہ سے امریکہ نے فوجی آپریشن بند کر کے فوج واپس بلانے کا فیصلہ کرنے کے باوجود، فوج کی ایک بڑی تعداد، جو دس ہزار سے زیادہ ہے، ابھی تک افغانستان میں تعینات کی ہوئی ہے۔ افغانستان میں مختلف دہشت گرد گروپ عالمی و علاقائی کھلاڑیوں کے مفادات کیلئے لڑ رہے ہیں۔ اب تو پاکستان کی فوجی اسٹیبلشمنٹ پر دباؤ ڈالنے کیلئے افغانستان سے دہشت گردی کی کاروائیاں بھی کرائی جا رہی ہیں۔

افغانستان کے قبائلی اور نسلی طور پر منقسم معاشرے میں کابل کی پورے ملک میں حکمرانی قائم کرانا بہت مشکل ہے۔ ہر قبیلے کا سردار اور ہر نسل کا جنگی سردار اپنے علاقے میں

Scanned with CamScanner

خودمختاری چاہتا ہے۔ مستقبل میں بھی امریکا، چین، روس و دیگر ممالک کے مفادات کی جنگ افغانستان کو مستحکم نہیں ہونے دے گی۔ افغانستان سے وسطی ایشیا تک یہ مراکز اپنے اپنے مفادات کیلئے کھیل کھیلتے رہیں گے۔ افغانستان کے حالات پاکستان پر بھی اثرانداز ہوتے رہیں گے۔

سعودی عرب :

سعودی عرب ایک طویل عرصے سے خطے میں سامراجی پولیس مین کا کردار ادا کرتا رہا ہے۔ اس کی تمام تر سرگرمیاں پہلے برطانوی اور بعد میں امریکی سامراج کے مفادات کے تحفظ کیلئے ہوتی تھیں۔ بدلے میں آلِ سعود کی حکمرانی کو سامراجی پشت پناہی میسر رہی۔ لیکن بعد میں مشرق وسطی میں سعودی عرب کے خود اپنے مفادات عالمی سامراجی مفادات سے ٹکرانے لگے۔ سعودی عرب نے اپنے مفادات اور آلِ سعود کی شہنشاہیت کو تحفظ دینے کیلئے مختلف ممالک بالخصوص مشرق وسطی اور دیگر مسلم اکثریتی ایشیائی ممالک میں اپنی پراکسی قوتوں کو پیدا کیا اور ان کی پشت پناہی کرتے ہوئے ان تمام ممالک کو مسلکی بنیادوں پر تقسیم کر دیا۔ سعودی عرب کی انہی سامراجی پالیسیوں کے نتیجے میں آج پورا مشرق وسطی جنگوں کے شعلوں میں جھلس رہا ہے۔ مسلکی بنیادوں پر ملکوں اور معاشروں کو تقسیم کرنے کی ان سامراجی و سعودی حکمت عملیوں نے اسرائیل کے عربوں بالخصوص فلسطین کے خلاف جارحانہ اقدامات سے صرف نظر کرتے ہوئے آپسی مسلکی لڑائیوں اور وحشیانہ خونریزیوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جن ممالک میں ہنوز اس طرح کی خانہ جنگی نظر نہیں آ رہی وہ ممالک بھی فی الحقیقت بدترین خانہ جنگی کے دھانے پر کھڑے ہیں۔ خود سعودی عرب بھی مستقبل قریب میں اس مسلکی تفریق کا شکار ہو کر انتشار اور خانہ جنگی میں مبتلا ہو جائے گا، اس کے قوی امکانات موجود ہیں۔ سعودی عرب نے تیل کی دولت کو استعمال کرتے ہوئے نیٹو کی طرح کا 34 ملکی اتحاد بھی تشکیل دے دیا ہے تاہم تیل کی قیمتوں میں کمی کی وجہ سے

Scanned with CamScanner

سعودی عرب کا بجٹ خسارے کا شکار ہے۔ اس خسارے کو پورا کرنے کیلئے عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھایا جارہا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ سماجی معاشی بحران کی صورت میں برآمد ہوگا۔ جسے فی الحال تو سخت گیر پالیسیوں اور ریاستی تشدد کے ذریعے قابو کیا جارہا ہے لیکن یہ حکمت عملی زیادہ دیر تک کامیاب نہیں ہو پائے گی۔ سعودی عرب جلد ہی بدترین سماجی و معاشی بحران کا شکار ہو جائیگا۔

ایران:

ایران کی سخت گیر مذہبی حکومت نے خارجہ پالیسی میں بنیادی تبدیلیاں کرتے ہوئے امریکا اور پانچ دوسرے ممالک کے ساتھ گذشتہ تین سالوں سے جاری مذاکرات میں ایٹمی ری ایکٹروں کے معائنے کی اجازت دے دی ہے۔ یورنیم کی افزودگی 80 فیصد کم کرنے کی شرط مان لی ہے۔ ایران جوہری توانائی کو پرامن مقاصد تک محدود کرنے کیلئے تیار ہوگیا ہے۔ اس کے نتیجے میں خاص طور پر مشرق وسطیٰ میں جوہری جنگ کے خطرات کسی حد تک کم ہوگئے ہیں۔ لیکن امریکا اور اس کے اتحادی اسرائیل کے سلسلے میں عالمی ایٹمی توانائی ایجنسی {IAEA} خاموش ہے۔ جوہری اسلحے کے بارے میں سامراج کی دوہری پالیسی ایٹمی جنگ کے خطرات کو ختم نہیں کررہی۔ اس سلسلے میں دنیا کو ایٹمی جنگ کے خطرات سے پاک کرنے کیلئے ایک جامع عالمی معاہدے کی ضرورت ہے۔ تمام جوہری اسلحے کو تلف کرنا چاہئے۔

ایران پر عائد اقتصادی پابندیاں ختم ہوگئی ہیں۔ جس کے نتیجے میں اس کی تجارت بڑھے گی جس کے ثمرات عوام کو بھی ملنے چاہئیں۔ لیکن اندرون ملک سخت گیر مذہبی فسطائیت نے جمہوری اور بائیں بازو کی قوتوں کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔ ان سختیوں کو ختم کرکے عوام کو سیاسی اور جمہوری طور پر کام کرنے کا موقعہ ملنا چاہیے۔ ایران سعودی عرب کی طرح مختلف ممالک میں اپنے مذہبی مسلک کی بنیاد پر پراکسی قوتیں پیدا کررہا ہے۔ ان کو مالی اور فوجی مدد دے کر دنیا کے کئی ممالک میں بنیاد پرستی اور شدت پسندی کی مدد کررہا ہے۔ اس کے نتیجے میں سامراج

Scanned with CamScanner

اور سرمایہ داری نظام کی انتشار پیدا کرنے کی حکمت عملیوں میں سعودی عرب کی طرح ایران بھی مددگار بن رہا ہے۔ امریکا کے ساتھ معاہدے کے بعد خطرہ ہے کہ ایران اپنی ان حکمت عملیوں کو مزید وسعت دیگا، جس کے نتائج خطے کو مزید غیر مستحکم کر سکتے ہیں۔

انڈیا :

انڈیا میں گذشتہ 20 سال سے معیشت کی شرح نمو میں ترقی جاری ہے۔ دنیا کے معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ 2025 تک یہ شرح جاری رہی تو چین اور انڈیا کا دنیا میں معاشی پاور کے طور پر پہلی اور دوسری صف میں کھڑے ہونے کا مقابلہ ہوگا۔ اس وقت کی دو بڑی معیشتوں (1) امریکا (2) جاپان کو چین اور انڈیا پیچھے چھوڑ دیں گے۔ لیکن یہ ترقی دراصل سرمایہ داروں کی ترقی ہے۔ انڈیا بھی چین کی طرح اس معاشی ترقی کے ثمرات اپنی آبادی کے بڑے حصے کے عام آدمی تک پہنچانے میں ناکام ہے۔ معاشی شرح ترقی جس تیزی سے جاری ہے اس تیزی سے غربت اور مفلسی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ عالمی بینک کی تازہ رپورٹ کے مطابق اس وقت انڈیا میں 68 72 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گذار رہی ہے۔ جبکہ 20 فیصد آبادی غربت کی لکیر پر کھڑی ہے۔

انڈیا 1990 سے قبل جس طرح آزاد خارجہ پالیسی پر کاربند تھا۔ اس کے بعد بتدریج خارجہ پالیسی میں تبدیلی کرتے ہوئے امریکا کے ساتھ اسٹریٹیجک پارٹنر بن کر اسے بڑی حد تک امریکا کے ماتحت کر چکا ہے۔ BJP کی حکومت قائم ہونے کے بعد امریکا نواز پالیسیوں میں مزید تیزی آ گئی ہے۔ BJP پڑوسی ممالک کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے تعلقات کے بجائے تنازعات کو ہوا دے رہی ہے۔

انڈیا کے سیکولر مزاج کو خراب کرنے کیلئے بی۔ جے۔ پی امریکا کی نیشنل سیکورٹی ایجنسی کے ایجنڈہ کو فروغ دے رہی ہے۔ جس کے نتیجے میں بنیاد پرستی بڑھ رہی ہے جو دہشت گردی کی شکل اختیار کریگی۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو انڈیا کو بھی مشرق وسطیٰ جیسے حالات سے

Scanned with CamScanner

دو چار ہونا پڑیگا۔ ہندوتوا کو اتنی ہوا دی گئی ہے کہ انڈیا میں غربت اور مفلسی کو لوگ کم اہمیت دے رہے ہیں۔ دھرم کو بچانے کا جذبہ زیادہ شدید ہو گیا ہے۔ سیکولر اور بائیں بازو کی پارٹیاں عوامی حمایت سے محروم ہو رہی ہیں۔ کانگریس اپنے گذشتہ دو معیادی حکمرانی کے دور میں خراب کارکردگی کی وجہ سے عوامی حمایت کھو چکی ہے۔ اس کی شکست میں یہ ایک اہم عنصر رہا ہے۔ لیکن بائیں بازو کی جن ریاستوں میں حکومت تھی اور ہے وہاں پر ان کی بہتر کارکردگی رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود عالمی اور ملکی سرمائے نے جس طرح مذہبی بنیاد پرستی کو انڈیا میں ہوا دی ہے، کمیونسٹ پارٹیوں اور مجموعی طور پر بائیں بازو کی پارٹیوں کو اس سے نقصان پہنچا ہے۔ حالانکہ بائیں بازو کے مورچے نے عوامی مسائل پر ہمیشہ جدوجہد کی ہے چاہے صنعتی مزدوروں کا مسئلہ ہو، کسانوں کا، ملازم پیشہ سماجی حصے کا یا عام شہریوں کے مسائل ہوں، انہوں نے جدوجہد میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

مارکسوادی کمیونسٹ پارٹی کی اپریل 2015ء کی کانگریس میں نئی حکمت عملیوں کے تحت نو منتخب قیادت نے لیفٹ مورچے کو وسعت دی ہے۔ اس نے بائیں بازو کی کچھ اور پارٹیوں کو ساتھ ملا کر جدوجہد کی جو نئی سرگرمیاں شروع کی ہیں، بی، جے، پی کی بدعنوانی، اقربا پروری اور بنیاد پرستی کو ٹارگیٹ کر کے احتجاج کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، امید ہے کہ اس سے حالات بائیں بازو کے حق میں تبدیل ہوں گے اور تیسرا مورچہ (متبادل) موثر طریقہ سے عوام کی حمایت حاصل کر لے گا۔

بنگلادیش :

بنگلادیش کے عوام نے اپنی خوشحالی اور بہتر مستقبل کیلئے جنگ آزادی میں جو بے مثال قربانیاں دی تھیں، وہ آزادی انہیں معاشی اور طبقاتی خوشحالی نہیں دے سکی۔ ان کی آزادی کے بنیادی نقاط سیکولر جمہوریت اور سوشلزم تھے۔ لیکن انہوں نے ایک طویل عرصے تک فوجی آمریت کو بھگتا ہے۔ فوجی آمریتوں نے بنگلادیش کو پاکستان کی آمریتوں کی طرح ملک

Scanned with CamScanner

کے عوام کو غربت اور مفلسی میں دھکیل دیا ہے۔ گو کہ فوجی حکومتوں کا دور ختم ہو چکا ہے اور انہیں فوری طور پر کسی مارشل لا کا خطرہ درپیش نہیں ہے۔ لیکن بنگلادیش نیشنلسٹ پارٹی، جماعت اسلامی و دیگر مذہبی قوتوں نے مل کر بنگلادیش کی سکیولر حیثیت کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس وقت بنگلادیش میں مذہبی انتہا پسند اور دہشت گرد قوتوں کا اثر اور ڈھانچہ پاکستان سے زیادہ مضبوط ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق ان مذہبی قوتوں کے معاشی ادارے اور باہر سے ملنے والے فنڈز کی شرح ترقی بنگلادیش کی GDP سے زیادہ ہے۔ لیکن ریاستی حمایت نہ ہونے کی وجہ سے وہ پاکستانی مذہبی قوتوں سے کم طاقتور نظر آتی ہیں۔ ان کی سازشوں کے نتیجے میں بنگلادیش ایک مذہبی ریاست بن چکا ہے۔

بنگلادیش کی معیشت باہر کی براہ راست سرمایہ کاری کی وجہ سے ترقی کر رہی ہے۔ ورلڈ بنک کی تازہ رپورٹ کے مطابق یہ ترقی 1.6 فیصد سے ہو رہی ہے۔ جبکہ 2015 کیلئے 6.4 فیصد کا ٹارگیٹ رکھا گیا ہے۔ لیکن غربت اور مفلسی بھی اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ بنگلادیش کی گارمنٹس، ٹیکسٹائل اور لیدر ہی اہم صنعت اور برآمدات ہیں۔ اس میں کام کرنے والے مزدوروں کو ماہانہ 6000 پاکستانی روپیہ سے بھی کم تنخواہ ملتی ہے۔ اس وجہ سے یہاں مفلسی کا تناسب خطے میں سب سے زیادہ ہے۔ ورلڈ بنک کی رپورٹ کے مطابق یہ شرح 76.5 فیصد ہے۔ ہسپتالوں میں ہر دس ہزار نفوس کیلئے صرف ایک بستر میسر ہے۔ اس غربت اور مفلسی کے نتیجے میں بنگلادیش میں نام نہاد جہادی تنظیموں کو مضبوط ہونے میں مدد ملتی ہے۔

عوامی لیگ کی حکومت کسی حد تک بنگلادیش کی سیکولر بنیادوں کو بحال کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جنگی جرائم میں ملوث جماعت اسلامی کے لوگوں کو سخت سزائیں دی جا رہی ہیں۔ لیکن باقی دنیا کی روایتی سرمایہ داروں کی پارٹیوں کی طرح عوامی لیگ مذہبی انتہا پسندی کے خلاف کھل کر اور جرأت کے ساتھ برسر پیکار نہیں ہو رہی۔ بائیں بازو کی پارٹیاں دو بلاکوں میں تقسیم ہیں۔ کچھ 14 پارٹی الائنس میں عوامی لیگ کے ساتھ حکومت میں بھی شریک ہیں ان کا

Scanned with CamScanner

مؤقف ہے کہ اس اتحاد میں ہماری موجودگی کی وجہ سے عوامی لیگ پر دباؤ ہے جس کے نتیجے میں ملک کی بنیادیں سیکولر بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی، سوشلسٹ پارٹی اور چار دیگر لیفٹ پارٹیاں چھ پارٹی الائنس میں مربوط ہیں، جو عوامی لیگ حکومت کے خلاف جدوجہد کر کے اسے سیکولرازم کی راہ پر چلنے کیلئے مجبور کرنے کے ساتھ ساتھ عوام کے معاشی حقوق کا خیال رکھنے کیلئے اس پر دباؤ ڈال رہی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عوامی لیگ اور اس کے اتحادی پاپولسٹ سیاست اختیار کرتے ہوئے مذہبی انتہا پسندی کا مقابلہ نہیں بلکہ جماعت اسلامی کے علاوہ باقی قوتوں کے ساتھ سمجھوتے بازی کی راہ پر گامزن ہیں۔ محنت کشوں کے حقوق پر سودے بازی کر کے سرمایہ دارانہ نظام کی لوٹ مار میں مددگار ہیں۔

خطے میں موجود تنازعات :

تقسیم ہند سے لیکر آج تک انڈیا اور پاکستان میں کشمیر کے مسئلے پر تنازعہ موجود ہے۔ انڈیا اور بنگلادیش کا سرحدی تنازعہ بھی 40 سال تک برقرار رہا۔ متنازعہ علاقوں کے دونوں ملکوں کے شہریوں کو شہریت نہیں دی جا رہی تھی۔ 2015 اس سلسلے میں بہت مثبت سال رہا کہ یہ سرحدی تنازعہ حل ہو گیا اور باؤنڈری لائن کو دونوں ملکوں کے منتخب ایوانوں نے حتمی شکل دے دی۔ اس سے ان شہریوں کو بھی حقوق مل جائیں گے جو گذشتہ 44 سال سے شہری حقوق سے محروم تھے۔ چین اور انڈیا میں بھی اروناچل پردیش اور تبت پر تنازعہ جاری ہے۔ گذشتہ کانگریس حکومت میں کمیونسٹ پارٹیوں کی کوشش سے سرحدی حد بندی ہونے کے سلسلے میں کچھ پیش رفت ہوئی تھی لیکن کمیونسٹوں کی طرف سے یو پی اے سرکار کی حمایت واپس لینے کے بعد یہ پیش رفت رک گئی۔ اس وجہ سے مسئلہ ہنوز برقرار ہے۔ BJP امریکی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اس مسئلے کو کسی وقت بھی کشیدگی کی طرف لے جا سکتی ہے۔ لیکن چینی حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں امید ہے کہ کشیدگی کو بڑھانے سے گریز کیا جائے گا۔

پاک انڈیا تعلقات کشمیر کے علاوہ بھی کشیدگی کا شکار ہیں۔ دونوں ملکوں کی رجعت

Scanned with CamScanner

پسند قوتیں اور فوجی اسٹیبلشمنٹ اس کشیدگی کو برقرار رکھنے کے حق میں ہیں۔ دونوں ملکوں کی فوجی اسٹیبلشمنٹ کو اس حوالے سے کثیر بجٹ ملتا ہے۔ جبکہ انڈیا میں ہندوتوا کی قوتیں جتنی سرگرم اور طاقتور ہوتی ہیں اتنا ہی ردعمل میں پاکستان میں مذہبی انتہا پسند قوتوں کو اپنے اثر کو بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔ دونوں ملکوں کی یہ قوتیں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں جو پر امن بقائے باہمی اور عوام کی فلاح و بہبود میں بہت بڑی رکاوٹیں ہیں۔

پاکستان ایک طویل عرصے سے سامراج کی پراکسی جنگوں کا مرکز رہا ہے۔ اس وجہ سے افغانستان، ایران اور چین میں پاکستان سے مداخلت کاری ہوتی رہی ہے۔ افغانستان کی بربادی میں پاکستان کا اہم کردار رہا ہے۔ بظاہر تو پاکستانی ریاست ان تینوں ممالک سے نہ صرف دوستی کی خواہاں ہے بلکہ دوستی کے مضبوط رشتوں میں بندھی ہونے کی دعویدار ہے۔ لیکن یہ ممالک ایران، افغانستان اور چین کے پاکستان سے ملحق صوبوں میں ہونے والی دہشت گردی کا ذمہ دار پاکستان کو سمجھتے ہیں۔ ایران اور افغانستان کی طرف سے تو ریاستی سطح پر کھل کر احتجاج بھی ہوتا رہتا ہے اور سرحدی خلاف ورزی بھی ہوتی رہتی ہے چین بھی اندرونی طور ثبوت فراہم کرتا رہتا ہے کہ کس طرح پاکستان سے تربیت یافتہ دہشت گرد چین میں دہشت گرد کاروائیاں کرتے ہیں۔ پاکستان نے اپنے چاروں اہم پڑوسیوں کے ساتھ جس طرح تنازعات اور عدم اعتماد کی کیفیت پیدا کی ہے، اس سے پاکستان کو بے انتہا خطرات درپیش ہیں۔ ریاست کو یہ پالیسی تبدیل کرنی چاہیے۔

پڑوسی ممالک، جن میں سے کچھ کی ترقی کے سرمایہ دارانہ اشاریئے کافی بہتر ہیں، لیکن غربت اور مفلسی کا گراف سب میں بڑھتا جا رہا ہے اس وجہ سے خطے کی کمیونسٹ اور ورکرز پارٹیوں کو متحد ہو کر مشترکہ پالیسیاں بنانی چاہئیں۔ جنوبی ایشیا کی پارٹیوں کو ایران اور افغانستان کو بھی اس اتحاد میں شامل کر کے خطے میں جنگی جنون کے خلاف سرحدی تنازعات کے حل اور محنت کش طبقے کی خوشحالی کیلئے مشترکہ حکمت عملیاں بنانی چاہئیں۔ اس خطے میں سامراجی ریشہ

Scanned with CamScanner

دوانیوں، بنیاد پرست اور دہشت گرد قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مربوط حکمت عملی ترتیب دینی چاہیے۔

لاطینی امریکا کی صورتحال:

لاطینی امریکا کے ممالک کی نوآبادیاتی نظام سے آزادی کی جنگ ایک طویل عرصے پر محیط رہی۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں جو ممالک آزاد ہوئے ان کی قومی حکومتوں کو امریکا نے سازشوں کے ذریعہ ختم کیا۔ فوجی آمریتیں قائم کرائیں۔ امریکی سرمایہ داروں نے پورے خطے کی معدنیات، زمینوں اور جنگلات پر قبضہ کرلیا۔ یہ پورا خطہ پھر ایک طویل عرصے تک امریکا کے جدید نوآبادیاتی شکنجے میں جکڑا رہا۔ اس کے خلاف مزاحمت کی تمام سیاسی قوتوں کو فوجی آمروں کی معرفت کچلا گیا۔ سیاسی انقلابی قوتوں کیلئے گوریلا جنگ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ کچھ ممالک میں یہ انقلابی قوتیں آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں جیسے کیوبا۔ لیکن کچھ علاقوں میں رد انقلاب کی قوتیں امریکی سامراج کی حمایت سے حکومتیں پلٹنے میں دوبارہ کامیاب ہوگئیں۔ کچھ ممالک میں انقلابی قوتیں سیاسی اور جمہوری طریقے سے حکومتیں قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ لیکن جیسے ہی امریکی سرمایہ کاری ریاستی تحویل میں لینے کا عمل شروع کیا گیا اور انقلابی اصلاحات شروع کی گئیں، وہاں پر غدار جنرلوں کو استعمال کر کے وہ حکومتیں ختم کرائی گئیں۔ جنرلوں کی معرفت انقلابی قوتوں کو قتل کرایا گیا۔ چلی اس کی واضح مثال ہے۔ جہاں پر محب وطن حکومت کا خاتمہ کر کے صدر آلندے، اس کی پارٹی اور خاص طور پر کمیونسٹ پارٹی کا صفایا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس میں 10 لاکھ سے زیادہ کمیونسٹ و دیگر سیاسی کارکن قتل کیے گئے۔

80 کی دہائی کے آخر سے لاطینی امریکا میں سیاسی قوتوں نے سیاسی کام کی گنجائش دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ مسلح جدوجہد ترک کردی اور مین اسٹریم سیاست میں داخل ہوتی گئیں۔ انتخابات میں کامیابیاں حاصل کر کے حکومتیں تشکیل دینے میں کامیاب ہوتی گئیں۔ وہ پارٹیاں

Scanned with CamScanner

پرانے نظام کی قوتوں سے نئے نظام کی تعمیر کی کوششیں کرنے لگی ہیں۔ لہذا کمیونسٹ اور بائیں بازو کی حکومتیں قائم ہونے کے باوجود ترقی اور خوشحالی کا یہ عمل بہت آہستہ ہو رہا ہے۔ برازیل میں بائیں بازو کی حکومت کمیونسٹ پارٹی کی شراکت داری کے ساتھ کافی حد تک کامیابیاں حاصل کر چکی ہے۔ وینزویلا میں ہوگو شاویز کی قیادت میں بائیں بازو نے اندرون ملک اور پورے خطے میں لیفٹ موومنٹ اور وطن دوستی کی تحریکوں کو بڑے پیمانے پر پاپولرائز کیا۔ ہوگو شاویز کے انتقال کے بعد نئے صدر کیلئے امریکی سامراج کی سازشیں تیز ہوگئی ہیں۔ اس کے باوجود یہ حکومت نیولبرل ازم اور سامراج کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ خوراک میں سبسڈی، مفت خوراک اور مفت تعلیم وصحت کا نظام پورے ملک میں چل رہا ہے۔ بجلی اور صاف پانی مفت مہیا کرنے کیلئے مختلف منصوبوں پر کام جاری ہے۔ بولیویا میں مورالیس کی حکومت امریکی قبضے میں موجود تیل اور گیس کی صنعت کے 82 فیصد شیئرز ریاستی تحویل میں لے چکی ہے جس سے حکومت کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ ٹیلی کمیونیکیشن اور بجلی کو ریاستی تحویل میں لیا گیا ہے۔ حکومت مفلسی پر قابو پانے کیلئے کافی کوششیں کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں کئی منصوبے جاری ہیں۔ تازہ صدارتی انتخاب میں کامریڈ مورالیس 61.1 فیصد ووٹ لیکر دوبارہ مینڈیٹ لینے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ ایکواڈور میں بھی بائیں بازو کی حکومت دوبارہ مینڈیٹ لینے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ وہاں تعلیمی بجٹ 2.6 فیصد سے بڑھا کر 5.2 فیصد کیا گیا ہے۔ کم از کم اجرت میں گذشتہ 5 سال میں 40 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ 2009 سے لیکر آج تک مفلسی کم کرنے میں اتنی کامیابی حاصل کی ہے کہ اسے 80 فیصد سے کم کر کے 25 فیصد پر لایا گیا ہے۔ نکارا گوا اور یوراگوئے میں بھی لیفٹ حکومتیں دوبارہ تازہ مینڈیٹ لیکر اقتدار میں آئی ہیں۔ یہ حکومتیں ملکی ترقی اور خوشحالی میں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کرتی جا رہی ہیں۔ کیوبا نے پورے خطے میں اپنے انقلاب اور سوشلسٹ نظام کو انتہائی کامیابی سے نہ صرف برقرار رکھا ہے بلکہ پورے خطے میں امید اور ہمت کا باعث بنا ہوا ہے۔ پارٹی اس سلسلے میں کامریڈ فیڈل کاسترو

Scanned with CamScanner

کو سلام پیش کرتی ہے۔ ان کامیابیوں کے اور مستقل مزاجی سے کھڑا ہونے کی وجہ سے امریکا کے ڈیموکریٹک پارٹی کے سیاہ فام صدر اوبامہ کے دور میں امریکا پیچھے ہٹنا شروع ہو گیا ہے۔ انہوں نے 5 کیوبن ہیروز کو آزاد کر کے باعزت طور پر کیوبا روانہ کیا ہے۔ دہشت گردی کو ریاستی سطح پر ہوا دینے والی ریاستوں کی فہرست سے کیوبا کو خارج کیا گیا ہے۔ سفارتی تعلقات قائم ہو چکے ہیں۔ اقتصادی ناکہ بندی ختم کرنے کے سلسلے میں مذاکرات جاری ہیں۔

لاطینی امریکا کے ان نئے تجربات کو ہمیں انتہائی غور اور سنجیدگی کے ساتھ اسٹڈی کرنا چاہئے۔ انتخابی عمل سے حکومتیں حاصل کر کے انقلاب کرنے کے انڈونیشیا، ایران اور چلی کے ناکام تجربات کے بعد یہ نئے اور ابھی تک چلنے والے کامیاب تجربات ہمارے لیے کیا رہنمائی فراہم کر سکتے ہیں؟ اس کا گہرائی سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

ملکی صورتحال

معاشی حالات :

پچھلے چار سال میں معاشی حالات پہلے سے زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔ پوری معیشت قرضوں پر چل رہی ہے۔ گذشتہ 27 ماہ کے دوران ان قرضوں میں 4 ہزار 2 سو 33 ارب روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ ستمبر 2015 تک ان قرضوں کا حجم 18 ہزار 5 سو 26 ارب روپے تک پہنچ گیا ہے۔ 14 اگست 1947 سے لیکر 30 جون 1988 تک پاکستان کا اندرون و بیرون ملک قرضوں کا حجم 523 ارب روپے تھا۔ بیس برس بعد یعنی 30 جون 2008 کو ان کا حجم 5603 ارب روپے کے اضافے کے ساتھ 6126 ارب روپے ہو گیا ہے۔ 30 جون 2013 تک یہ قرضہ بڑھتے بڑھتے 8167 ارب روپے تک جا پہنچا ہے۔ موجودہ حکومت نے تو تمام حدیں پھلانگ دیں۔ 2008 میں ہر پاکستانی 37170 کا مقروض تھا۔ جبکہ مارچ 2015 تک یہ قرضہ بڑھ کر 101338 روپے فی کس تک پہنچ گیا

Scanned with CamScanner

ہے۔ گذشتہ عرصے میں ملکی اور غیر ملکی قرضوں میں 30 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا ہے۔ حکومت کی طرف سے زرمبادلہ کے ذخائر قرضہ لیکر جمع کیے جا رہے ہیں جن کے سود پر بجٹ کی خطیر رقم خرچ ہو رہی ہے۔ بجٹ کا 47 فیصد کے قریب حصہ قرضوں اور سود کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہ حصہ صرف ایک سال میں تین فیصد بڑھا ہے۔ روزگار کے نئے وسائل پیدا کرنے کے سلسلے میں کوئی بجٹ مختص نہیں کیا جاتا نہ ہی حکومت کی طرف سے اس کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ پاکستان کی آبادی کا 50 فیصد زراعت سے وابستہ ہے۔ جبکہ زراعت بحران کا شکار ہے۔ پھل اور سبزیوں کی پیداوار تقریباً 12 ملین میٹرک ٹن سالانہ ہے۔ صرف کینو کی پیداوار 30 لاکھ ٹن ہے۔ جس کا صرف 10 فیصد یعنی 3 لاکھ ٹن برآمد ہو رہا ہے۔ مناسب دیکھ بھال اور اسٹوریج کے انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے سالانہ 600 ارب روپے کی سبزی اور فروٹ ضائع ہو جاتا ہے۔ پاکستان چاول برآمد کرنے والا ایک بڑا ملک رہا ہے۔ 14-2013 میں اس کی برآمدات کم ہو گئیں۔ دو اہم گاہک ایران اور میکسیکو نے پاکستانی چاول پر پابندیاں لگا دیں جس کے نتیجے میں 19 فیصد زرمبادلہ کا نقصان ہو گیا۔ صنعت تو ویسے ہی بحران کا شکار ہے۔ اس وجہ سے پاکستان کی برآمدات کم ہوتی جا رہی ہیں۔ سنگاپور کی آبادی 50 لاکھ ہے، لیکن اس کی برآمدات 516 ارب ڈالر ہے۔ جبکہ پاکستان کی آبادی اس سے تقریباً 40 گنا زیادہ ہے اور برآمدات صرف 23 ارب ڈالر ہے۔

پاکستان میں غیر مستحکم سیاسی حالات، حکومتی معاملات میں فوجی اسٹیبلشمنٹ کی مداخلت، دہشت گردی اور سویلین حکمرانوں کی کوتاہ اندیشی اور بدعنوانیوں کی وجہ سے ملک میں نہ کوئی صنعتی پالیسی ہے، نہ زرعی۔ ریاستی اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں، حد تو یہ ہو گئی ہے کہ تازہ بجٹ میں وزیراعظم کے زیر استعمال جہاز کی اپ گریڈیشن کیلئے 13 کروڑ جبکہ وزیراعظم ہاؤس کے اخراجات میں 2 کروڑ کا اضافہ کیا گیا ہے دوسری جانب ہر سال 15 لاکھ نوجوان بے روزگاروں کی فوج میں شامل ہوتے ہیں۔ 2014 کے معاشی جائزے کے مطابق GDP میں

Scanned with CamScanner

زراعت کا حصہ 25.1 فیصد، صنعت کا 21.3 فیصد جبکہ سروسز سیکٹر کا 53.6 فیصد ہے۔ ایکسپورٹ کے مقابلے میں امپورٹ بڑھتی جارہی ہے۔ درآمدات 41.668 ارب ڈالر ہے۔ جبکہ برآمدات محض 25 ارب ڈالر ہے۔ یعنی 18.668 ارب ڈالر تجارتی خسارہ ہے۔ اس وجہ سے ملک قرضوں میں ڈوبتا جارہا ہے۔ صرف گذشتہ تین سالوں میں قرضے کا حجم 3.4 ارب ڈالر تک بڑھا ہے، آمدنی بڑھانے کیلئے ان ڈائریکٹ ٹیکس بڑھائے جارہے ہیں۔ جو براہ راست عوام کو ادا کرنے ہوتے ہیں۔ ملک کی کام کرنے والی آبادی کا 43 فیصد حصہ زراعت، صرف 3.13 فیصد صنعت جبکہ تعمیرات میں 2.15 فیصد مصروف عمل ہے۔ پاکستان اپنا 45 فیصد لیبر فورس برآمد کررہا ہے۔ دنیا کی آبادی میں اضافے کی شرح پچھلے چار سال میں 4.1 فیصد سے کم ہوکر ایک فیصد تک پہنچی ہے۔ جبکہ پاکستان میں آبادی کی شرح میں اضافہ 1.2 فیصد سے بڑھکر 2 فیصد ہوگیا ہے۔

بڑھتی ہوئی آبادی، ملک میں ناسازگار حالات اور دہشت گردی کی وجہ سے سرمائے اور ذہین لوگوں کا ملک سے انخلا کا سلسلہ تیز ہوچکا ہے۔ سرکاری اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ باہر سے بھیجے جانے والے سرمائے میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس سرمائے میں بڑا حصہ تو اس سرمائے کا ہے جو اندرون ملک کرپشن سے حاصل کیا گیا ہے۔ بلیک منی باہر اسمگل ہوکر وائٹ منی بن کر پاکستان آرہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 300 ارب روپے کی روزانہ کرپشن ہوتی ہے۔ آئی۔ ایم۔ ایف اور عالمی مالیاتی سامراج کی ہدایات کے تحت بجلی کا بحران ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا۔ اس ادارے میں اوپر سے لیکر نیچے تک بے انتہا بدعنوانی ہے۔ اس سلسلے میں گھریلو استعمال والوں کو تو سخت گرفت میں لایا جارہا ہے لیکن کاروباری وصنعتی مقاصد کیلئے استعمال ہونے والی بجلی کی چوری کو روکنے کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں۔ کیوں کہ یہی وہ طبقہ ہے جو حزب اختلاف میں ہو یا حزب اقتدار میں ساری مراعات اور بدعنوانی کے فوائد ان کی جھولی میں گرتے ہیں۔ بجلی کی سرکاری شعبے میں گنجائش کے مطابق پیداوار نہیں کی

Scanned with CamScanner

جاتی۔ بلکہ کمیشن لیکر جن پرائیویٹ اداروں کو پاور جنریشن پلانٹ لگانے کی اجازت دی گئی ہے ان سے مہنگے داموں بجلی خریدی جارہی ہے۔ بجلی کی پیداواری گنجائش 22 ہزار میگاواٹ ہے جبکہ پیداوار صرف 10 سے 12 ہزار میگاواٹ کی جارہی ہے۔ کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کو اونے پونے داموں فروخت کردیا گیا لیکن ابھی تک وہ واپڈا سے سستی بجلی لے رہی ہے اور تانبے کے تاروں کے ذریعے ہونے والے پرانے تقسیم کار نظام کو کمزور تقسیم کار کے نظام پر لے آئی ہے۔ اس کے نتیجے میں آبادی کے لحاظ سے ملک کا سب سے بڑا شہر نیز صنعتی و کاروباری مرکز اندھیروں میں ڈوبا رہتا ہے۔ اس کی صنعتی پیداوار متاثر ہورہی ہے۔ مجموعی طور پر بجلی کے بحران کی وجہ سے کچھ صنعتیں بند ہوگئی ہیں یا ملک سے باہر بنگلادیش اور یو اے ای جیسے ممالک میں شفٹ ہوگئی ہیں۔ یورپ سے {Generalized System of Prefarances} یا GSP پلس کی رعایت ملنے کے باوجود پاکستان اس سے فائدہ نہیں اٹھا پارہا۔ لاکھوں مزدور یا تو بالکل بیروزگار ہوگئے ہیں یا کام کے دن کم ہونے کی وجہ سے ان کی آمدن کم ہوگئی ہے۔

زراعت کی طرف بھی حکومت کا رویہ دشمنانہ ہے۔ زراعت کو 2009 سے لیکر 2015 کے سیلابوں کی وجہ سے بے انتہا نقصان پہنچا ہے اور جس سال گنے، چاول، گندم اور کپاس کے بمپر فصل ہوتے ہیں تو ریاست پر حاکم کاروباری طبقے کی وجہ سے کسانوں وکاشتکاروں کو سرکار کی طرف سے مقرر کردہ نرخ نہیں ملتے۔ چینی کی پیداوار میں پاکستان تیسرے نمبر پر ہے جبکہ اس کی کپاس کی برآمد پوری دنیا کی کپاس کی برآمدات کا 26 فیصد ہے۔ کوئی مناسب برآمدی پالیسی نہ ہونے کی وجہ سے کسان اور کاشت کار معاشی مشکلات کا شکار ہیں۔ پاکستان 51 فیصد کپاس برآمد کرتا ہے۔ چاول برآمد کرنے والے ملکوں میں پاکستان کا 5 واں نمبر ہے۔ لیکن اس کے باوجود کاشت کار اور کسان بھوکے مررہے ہیں۔ خودکشیاں کررہے ہیں اور پورے کے پورے خاندان فروخت ہورہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ریاستی سرمایہ اور نجکاری :

عالمی سامراج کی ہدایت پر ان کے طفیلی اور دلال حکمرانوں نے نیولبرل ازم کے تحت سرکاری شعبے کو بحرانوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ ایسی بیوروکریسی بٹھادی گئی ہے جو ان اداروں کو بدعنوانی اور بدانتظامی کے ذریعہ تباہ و برباد کر رہی ہے۔ یہ شعبہ جات صنعتی ہوں، تجارتی یا خدمتی تمام اداروں کی حالت دگرگوں ہوگئی ہے۔ اسٹیل مل، پی آئی اے، ریلوے، پی ایس او اور OGDCL، شپنگ کارپوریشن وغیرہ بری طرح تباہ حال ہیں۔ گیس سپلائی کمپنیاں اور OGDCL وغیرہ تو صرف کمانے کے ادارے ہیں لیکن وہاں پر بھی بحرانی کیفیت ہے۔ ملک کے میونسپل ادارے تو سرکاری وڈیروں اور چوہدریوں کو مال غنیمت میں ملے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے ان اداروں کی کارکردگی کا عالم یہ ہے کہ تمام شہر گندگی کا ڈھیر بن گئے ہیں۔

اداروں کو اس صورتحال پر ایک منصوبہ بندی کے تحت پہنچایا گیا ہے۔ تاکہ سامراج کے نیولبرل {New Liberal} ایجنڈے کے تحت ان کو پرائیویٹائز کیا جائے۔ یہ ادارے صرف عوام کی خدمت نہیں کرتے بلکہ بہت سارے ادارے جیسا کہ اسٹیل مل ملک کے صنعتی ڈھانچے کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ادارے پیداوار کے ساتھ ساتھ لاکھوں لوگوں کو روزگار فراہم کر رہے ہیں۔ نیولبرل ازم کے سامراجی ایجنڈے کے تحت ریاست روزگار کی ضمانت بھی ختم کر رہی ہے۔ حکومت ان اداروں میں ملازمین کی حالت نجی شعبے، خاص طور پر سیمنٹ اور ٹیکسٹائل کے مزدوروں جیسی بنانا چاہتی ہے۔ سیمنٹ اور شوگر انڈسٹری میں نجکاری سے پہلے جو مزدوروں کی تنخواہیں تھیں جب مہنگائی آج سے 600 گنا کم تھی آج اس کے ایک چوتھائی کے برابر بھی تنخواہ نہیں مل رہی۔ الغرض نجکاری کا عمل نہ فقط مجموعی ملکی مفادات کے خلاف ہے بلکہ ملازمین اور مزدوروں کے روزگار اور اجرتوں پر بھی کاری ضرب ہے۔ اشیائے صرف سے متعلق صنعتیں اور خدمات کے شعبے کی نجکاری کے نتیجے میں یہ عام آدمی کی دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں۔ اسلئے پارٹی نجکاری کے عمل کی نہ صرف مکمل طور پر مخالفت کرتی ہے بلکہ محنت

Scanned with CamScanner

کشوں اور عوام کی قوت کو مزاحمت کیلئے مربوط کرنے کے سلسلے میں بھی پر عزم ہے۔

ملک میں کمرشل بینکس ،شوگر ،سیمنٹ ،ٹیکسٹائل کے شعبے تو مکمل طور پر نجکاری کی نذر ہو گئے۔ جبکہ واپڈا، پی۔آئی۔اے، اسٹیل مل، بندرگاہیں، تعلیمی ادارے، صحت کا شعبہ اور ہاؤسنگ کے شعبے بھی پرائیویٹائز کرنے کی تیاری زور شور سے جاری ہے۔ جب سے یہ ادارے نجی شعبے میں گئے ہیں ان کے مالکان ان اداروں سے کئی اور ادارے بنا چکے ہیں۔جس سے سرمایہ دار طبقے کی طاقت میں مزید اضافہ ہوا ہے جبکہ ان کی پیداوار کئی گنا مہنگی ہو چکی ہے۔ان اداروں میں کام کرنے والے مزدوروں کی اجرتیں کم ہو گئی ہیں۔ان کو ملنے والی مراعات ختم یا کم ہو گئی ہیں ۔اوقات کار میں بے رحمانہ اضافہ کیا گیا ہے اور کام کے حالات بھی بدتر ہو گئے ہیں۔ملکی قوانین کے تحت نہ ان کو ملازمت کا لیٹر دیا جاتا ہے نہ یونین بنانے کی اجازت ہے نہ سوشل سیکورٹی ۔پورا نجی شعبہ ٹھیکیداری نظام کے تحت چلایا جا رہا ہے۔

زرعی شعبہ:

پاکستان کی معیشت کا بنیادی ڈھانچہ اب بھی زراعت اور زرعی خام مال پر منحصر ہے۔ ویسے تو جی ڈی پی میں زراعت کا حصہ 24 فیصد مانا جاتا ہے۔لیکن چینی، ٹیکسٹائل، چپ بورڈ اور گارمنٹس کی صنعتیں بھی زرعی شعبے سے منسلک ہیں۔ اسی طرح افزائش مویشیاں یا [Live Stock] کا شعبہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔جس میں ملک کی تین سے ساڑھے تین کروڑ آبادی مصروف ہے ۔ GDP میں اس کا حصہ 8.11 فیصد ہے۔ جبکہ مرغبانی کی صنعت کا حصہ 3.1 فیصد ہے۔ چنانچہ اگر اس بنیاد پر GDP کا جائزہ لیا جائے تو زراعت کا اس میں حصہ 50 فیصد سے بڑھ جاتا ہے۔ زمین زیادہ تر بڑے مالکان یعنی جاگیرداروں کے پاس ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 5 فیصد جاگیرداروں کے پاس کل زرعی زمین کا 64 فیصد ہے۔اس میں بھی 150 ایکڑ تک مالکان کی تعداد صرف 2 فیصد ہے۔ 61 فیصد آبادی کے پاس صرف 5 ایکڑ زمین ہے۔ 8.50 فیصد کے پاس زمین کا ایک بیگھا بھی نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

دیہات کی آبادی کے 63.3 فیصد کے پاس کچھ بھی زمین نہیں ہے۔ لاکھوں خاندان جس جھگی یا مکان میں رہتے ہیں وہ بھی کسی وڈیرے یا چوہدری کی ملکیت ہوتی ہے۔ زراعت سے وابسطہ آبادی کی زندگی کے ان تلخ حقائق پر نظر ڈالنے کے بعد اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ان کے سماجی و معاشی حالات کیسے ہوں گے۔ مزید یہ کہ سیلابوں اور سیم وتھور کی وجہ سے زرعی پیداوار مزید بحران کا شکار ہے۔ زرعی بیج اور کھاد کی قیمتیں روز بروز بڑھتی جارہی ہیں۔ زرعی ادویات کی قیمتوں میں اجارہ داری، ملاوٹ اور نقلی ادویات کی وجہ سے ایک طرف زرعی پیداوار متاثر ہورہی ہے تو دوسری طرف آمدنی میں کمی واقع ہورہی ہے۔ ان برے حالات کے باوجود اگر اتفاق سے کبھی بہتر فصلیں ہوجاتی ہیں تو مل مالکان، بروکر اور سودخوروں کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے زرعی اجناس کی قیمتیں کم کردی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں حکومتوں کی مجرمانہ خاموشی کی وجہ سے اگر عدالتیں کسانوں کی آہ و فریاد کی وجہ سے قیمتوں پر کوئی فیصلہ دے بھی دیتی ہیں تو حکومتیں عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتیں۔ اس وجہ سے چھوٹے مالک کسان اور ہاری قرضوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ کئی کسان خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں۔ کئی کسان خاندان پیٹ کی آگ بجھانے اور دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کیلئے اپنے خاندانوں کو رہن رکھ کر قرضہ لیتے ہیں یا پورے خاندان وڈیروں و چوہدریوں کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں۔ سندھ اور پنجاب میں غیر مسلم کسانوں اور پنجاب میں نومسلم برادریوں کے خاندان وڈیروں، چوہدریوں کے پاس فروخت ہوچکے ہیں۔ زراعت میں مشینری کے استعمال کی وجہ سے ہاریوں کے خاندان خود کو اینٹوں کے بھٹوں کے مالکان کے ہاتھ فروخت کررہے ہیں۔ جن کی حالت ناقابل دید ہے۔ ان کی خواتین پر جنسی تشدد اور مرد و خواتین کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔

زرعی شعبے سے وابسطہ اشرافیہ تو ملکی خزانے پر ہاتھ صاف کرکے اور بنکوں سے قرضہ لیکر۔۔۔ جو بعد میں معاف کرایا جاتا ہے۔۔۔ اپنے ٹھاٹھ باٹھ کو نہ صرف قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ ان کی دولت اور ملکیت میں دن دگنا رات چوگنا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس وجہ سے اس شعبے

Scanned with CamScanner

کو بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ ملک کے حکمران طبقات جاگیردار، سرمایہ دار، فوجی وسول اشرافیہ اس عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے غلبے کے باوجود سرمایہ دارانہ سیاسی ادارے (جمہوریت) میں ان کی زندگی نہیں بدل سکتے۔ اس نظام کو اب کوئی سرمایہ دار طبقہ تبدیل نہیں کرے گا۔ یہ ذمہ داری بھی مزدور طبقے اور کسانوں کی نمائندہ پارٹی کے فرائض میں شامل ہے۔

کثیر القومی سرمایہ:

عالمگیریت اصل میں کثیر القومی کمپنیوں کی عالمی معیشت پر قبضے کا نام ہے۔ یہ کمپنیاں بہت کم ممالک میں براہ راست سرمایہ کاری (FDI) کرتی ہیں۔ اسی طرح ٹیکنالوجی کی منتقلی بھی بمشکل کرتی ہیں۔

البتہ بالواسطہ سرمایہ کاری کرتی ہیں۔ جس سے کسی بھی ملک کے قومی اداروں کو کوڑیوں کے بھاؤ خرید کر وہاں سے منافع کما کر بغیر کسی رکاوٹ کے منافع اپنے ملک لے جاتی ہیں۔ یہ سرمایہ کاری زیادہ تر اسٹاک ایکسچینج میں کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ تیل، گیس، معدنیات کی کانوں میں تو اجارہ داری قائم کر چکی ہیں۔ پاکستان میں تیل، گیس اور کانوں پر ان کمپنیوں کا قبضہ تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔

بجلی کا بحران:

بجلی زندگی ہے۔ کامریڈ لینن نے کہا تھا کہ ہر شہر اور گاؤں میں بجلی پہنچاؤ تو انقلاب پہنچے۔ پاکستان میں گذشتہ 8 سال سے بجلی کا شدید بحران ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عالمی سامراج پاکستان کو صارفین کا معاشرہ یا (کنزیومر سوسائٹی) بنانا چاہتا ہے۔ بجلی نہیں ہوگی تو کارخانے نہیں لگیں گے۔ بجلی مہنگی ہوگی تو ملکی صنعتی پیداوار پر لاگت بڑھ جائے گی۔ اس وجہ سے لوگوں کی قوت خرید سے باہر ہو جائے گی اور کارخانے بند ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اس وقت بجلی کی پیداوار کی گنجائش 22 ہزار 5 سو میگاواٹ سے زیادہ ہے جن میں ہائیڈرو یا پن بجلی کی

Scanned with CamScanner

پیداوار کا حصہ 29 فیصد، ایٹمی بجلی کا حصہ 5.8 فیصد اور تیل و گیس کے ذریعے بجلی کی پیداوار کا حصہ 64.2 فیصد ہے۔ بمشکل ایک فیصد سولر اور ونڈ انرجی سے حاصل کی جاتی ہے۔ جبکہ ملک میں ایک وسیع سمندری پٹی ونڈ انرجی کیلئے موجود ہے۔ اسی طرح پورے ملک میں تقریباً 12 ہی ماہ سورج چمکتا رہتا ہے جس سے بڑے پیمانے پر سولر انرجی حاصل کی جاسکتی ہے۔۔ ان دونوں وسائل سے بڑے پیمانے پر بجلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح چترال اور گلگت سے لیکر مردان اور اسکردو سے ایبٹ آباد تک پن بجلی پیدا کرنے کیلئے آئیڈیل لوکیشنز ہیں۔ لیکن ملک کے حکمران اس طرف توجہ نہیں دیتے ہیں۔ سامراجی ادارے بھی ان پروجیکٹس کو شروع کرنے میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس کے علاوہ ایران نے بہت سستی بجلی فراہم کرنے کی پیشکش کی لیکن اس پر کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔ اس وجہ سے ملک کے کارخانے یا تو گیس و بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بند ہو گئے ہیں یا اپنی استطاعت کے مطابق پیداوار کرنے کے قابل نہیں رہے۔ نہری نظام سے دُور زرعی اراضی ٹیوب ویلز سے آباد ہوتی ہے۔ بجلی کے بحران اور تیل کی مہنگی قیمتوں کی وجہ سے ٹیوب ویل پر پیداوار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے کروڑوں لوگ بیروزگاری کا شکار ہیں۔ جو مزدور پیس میل ورک کرتے ہیں وہ اس لوڈ شیڈنگ اور Low Voltage کی وجہ سے ایک تہائی دہاڑی بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ مطلب کہ توانائی کے اس بحران نے معیشت کو شدید مشکلات کا شکار کر دیا ہے۔

اس بحران سے نکلنے کا واحد اور معقول ذریعہ پن بجلی کی پیداوار بڑھانے اور سولر اور ونڈ انرجی میں مضمر ہے۔ اس سے سستی بجلی بھی پیدا ہوگی اور کوئلے، تیل و گیس کا استعمال کرنے سے جو آلودگی کے مسائل پیدا ہوتے ہیں ان سے بھی نجات ملے گی نیز تیل پر امپورٹ بل پر خرچ ہونے والی رقم بھی بچ جائے گی۔

سماجی بحران

ملک کی حکمرانی اور خودمختاری سامراج کے پاس گروی ہونے کی وجہ سے ایک طرف

Scanned with CamScanner

تو آزادانہ طور پر معاشی سماجی ترقی کے منصوبے بنانا ناممکن ہو گیا ہے۔ نمزید یہ کہ اقتدار اعلیٰ پر براجمان حکمران طبقات اور گروہوں کے ذاتی، خاندانی اور گروہی مفادات کی وجہ سے دوررس اور پائیدار پالیسیاں نہیں بنائی جارہی ہیں۔ اس وجہ سے ملک صرف ایک رخ میں تیزی سے ترقی کرتا جارہا ہے۔ اور وہ ہے قرضے لینا۔ زراعت، صنعت اور خدمات کے شعبے عوام کو روزگار دینے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے میں کردار ادا نہیں کرتے اس وجہ سے ملک تیزی سے تنزلی کا شکار ہے۔ عالمی بنک کی تازہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 60.19 فیصد لوگ غربت اور مفلسی کا شکار ہیں۔ آبادی کی بے ہنگم بڑھوتری کی وجہ سے اس میں مزید اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ وزیر خزانہ اسحاق ڈار 16– 2015 کی اپنی بجٹ تقریر میں بھی ان اعداد و شمار کو 50 فیصد بتا کر اسکی تصدیق کر چکے ہیں۔ اس وجہ سے دہشت گردی، تعلیم کی کمی، غربت، خوراک کی کمی اور بدعنوانی عروج پر ہیں۔ نہ آبادی کی منصوبہ بندی ہے نہ صاف پانی اور نکاسی آب کا انتظام ہے۔ حالت یہ ہے کہ 90 فیصد سے زیادہ آبادی پینے کے صاف پانی سے محروم ہے۔ آلودہ اور زہر آلود پانی استعمال کرنے پر مجبور ہے۔ شہروں میں 33 فیصد جبکہ دیہات میں 71 فیصد آبادی کیلئے گندے پانی کے نکاس کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ دیہات میں زندگی کی سہولیات کی نایابی کی وجہ سے تیزی سے اربنائزیشن ہو رہی ہے۔ 45 فیصد آبادی کچھ بھی لکھ پڑھ نہیں سکتی۔ ایک ہزار نومولود بچوں میں سے 57 مرجاتے ہیں۔ ہسپتالوں میں ایک ہزار نفوس تک کیلئے ایک بیڈ میسر نہیں ہے۔ اگر گذشتہ 30 سال کا جائزہ لیا جائے تو آبادی میں کروڑوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ لیکن سرکاری شعبے کے ہسپتالوں اور تعلیمی اداروں میں اضافہ نہ ہونے کے برابر ہوا ہے۔ نجی ہسپتالوں اور تعلیمی اداروں کا جال پھیلتا جارہا ہے جو سرکاری تعلیمی ادارے موجود ہیں ان کا معیار دن بہ دن گرتا جارہا ہے۔ اس وجہ سے طبقاتی تعلیمی نظام گہری جڑیں پکڑ رہا ہے۔ آبادی کا جو حصہ نجی ہسپتالوں سے علاج معالجے کی سہولت حاصل کرنے کے قابل نہیں وہ عطائی ڈاکٹروں اور حکیموں پر گذارہ کرتا ہے۔ ایک بہت بڑی آبادی مفلسی کی وجہ سے تعویز گنڈے اور نام نہاد

Scanned with CamScanner

پیروں کی طرف رجوع کرتی ہے۔جس سے وہم وسوسے کا شکار ہو کر ان کے ہاتھوں اپنی معمولی آمدنی بھی لٹا دیتے ہیں۔اس طرح جن خاندانوں کے بچے نجی تعلیمی اداروں سے فیض یاب ہونے کے قابل نہیں ہیں وہ اپنے بچوں کو مدرسوں میں داخل کراتے ہیں۔یہ مدرسے خاص طور پر سعودی عرب، ایران، قطر اور عام طور پر دیگر خلیجی و مغربی ممالک سے فنڈ حاصل کرتے ہیں۔یہ فنڈ اسلام کی ترویج کیلئے نہیں بلکہ ہر ایک ملک پاکستان میں اپنی پراکسی قوتوں کو مضبوط کرنے کیلئے مہیا کرتا ہے۔یعنی پاکستان دنیا کے مختلف ممالک کی پراکسی جنگوں کیلئے افرادی قوت فراہم کرنے کا مرکز بن گیا ہے۔وزیر داخلہ چوہدری نثار کے سینٹ میں بیان کے مطابق صرف اسلام آباد کی لال مسجد سے ملحق مدرسوں میں 28 ہزار بچے پڑھتے ہیں۔پورے ملک میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 24 ہزار مدارس موجود ہیں۔جن میں سے فقط 18 ہزار رجسٹرڈ ہیں باقی غیر رجسٹرڈ ہیں۔لیکن حقیقت میں ان مدرسوں کی تعداد سرکاری اعداد و شمار سے کہیں زیادہ ہے۔ایک تخمینے کے مطابق ان کی تعداد 40 ہزار ہے۔جنرل ضیا کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ان مدارس کی تعداد 2801 تھی۔اس وقت ان 40 ہزار مدارس میں پڑھنے والے طلبا و طالبات کی تعداد تقریبا 35 لاکھ ہے۔یہ مدرسے جن ممالک کی مدد سے چل رہے ہیں، ان کی پراکسی جنگوں کیلئے افرادی قوت مہیا کر رہے ہیں۔ان کی پھیلائی ہوئی دہشت گردی کے نتیجے میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اب تک 80 ہزار لوگ لقمہء اجل بن چکے ہیں۔پڑوسی ممالک ان کی دہشت گردی کی زد میں ہیں۔یہ پراکسی قوتیں دنیا کے مختلف ممالک میں ہونے والی دہشت گردی میں براہ راست یا بالواسطہ استعمال ہو رہی ہیں۔ملک میں زندگی کی ضروریات کی کمیابی، بیروزگاری، تعلیم کی کمی، شہری زندگی کی سہولیات کی نایابی پاکستان کے شہریوں کا مقدر بن گئی ہے۔مذہبی عنصر بڑھنے کی وجہ سے تمام مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کے ٹھیکیداروں کی تبلیغ کے اثر سے ان خرابیوں اور مشکلات کا ذمہ دار ریاست کو نہیں بلکہ اپنے گناہوں کو سمجھتے ہیں۔ملک کے باشعور شہری جو ان تمام حقائق کا ادراک رکھتے ہیں۔ان کی اکثریت انفرادیت

Scanned with CamScanner

پسندی کا شکار ہو کر انفرادی مفادات کے پیچھے دوڑتی ہے۔ بہت کم تعداد ان عوامل کے خلاف مزاحمت کر رہی ہے۔ عوام کے اجتماعی، سماجی شعور اور سائنسی سوچ پیدا کرنے کیلئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ نصابی تعلیم، جس میں ایک طرف تو مذہبی شدت پسندی اور نام نہاد جہاد کی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ دوسری طرف صرف پروفیشنل تعلیم دی جاتی ہے۔ جس سے ان اداروں میں سے فارغ التحصیل انسان نہیں بلکہ روبوٹ اور دولے شاہ کے چوہے بن رہے ہیں۔

انتہا پسندی، دہشت گردی اور ضرب عضب:

ملک مذہبی بنیادوں پر قائم ہوا۔ اس میں شامل ہونے والی ریاستوں کو خود مختار ریاستی ڈھانچہ برقرار رکھتے ہوئے وفاق میں شامل ہونے کی ترغیب دی گئی تھی۔ اس وجہ سے آغاز ہی سے یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے متصادم تھیں۔ ایک مذہبی ریاست، مذہبی قوم کے تصور کی بنیاد پر قائم ہونے کے بعد لازمی نتیجہ تھا کہ قوم کے عالمی تاریخی تصور کو مٹا کر مسلم قوم کے تصور کو ابھارا جاتا اور تاریخی طور پر وجود رکھنے والی قوموں کی شناخت کو ختم کیا جاتا۔ یہ ہی کچھ 1947 سے شروع ہو گیا۔ تاریخی تسلسل میں ایک زبان، ثقافت، مشترکہ تاریخ، مشترکہ معاشی مفادات اور مشترکہ تاریخی ورثہ رکھنے والی قوموں کا تصور مٹا کر مسلم قوم اور اردو زبان کو زبردستی تھوپنے کی کوشش کی گئی۔ اس وجہ سے پاکستانی ریاست کا برصغیر کی تقسیم کے وقت ان قوموں کی آزاد ریاستوں کے رضا کارانہ وفاق کے تصور سے ہمیشہ انکار کر کے ایک مسلم قوم بنانے پر زور رہا۔ اس کے نتیجے میں ملک میں بسنے والی تاریخی اقوام مزاحمت کرنے لگیں۔ یہ مزاحمت کبھی پرامن سیاسی تحریکوں کی شکل میں رہی تو کبھی مسلح جدوجہد کی شکل اختیار کرتی رہی۔ اسی عمل کے نتیجے میں مشرقی بنگال پاکستان سے الگ ہو کر بنگلادیش کی صورت میں ایک آزاد قومی اور خود مختار ریاست بن گیا۔ بلوچستان اپنی آزادی کی جدوجہد میں پانچویں بار مسلح جدوجہد کے عمل سے گذر رہا ہے۔ سندھ اور پختون خوا بھی اپنی قومی شناخت اور حق خود اختیاری کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ان حقیقتوں کو تسلیم کرنے کی بجائے پاکستانی ریاست خود ساختہ مسلم قوم کے تصور پر زور دیتی رہی ہے۔ اس وجہ سے ملک میں مذہبی سیاسی پارٹیوں، تبلیغی جماعتوں اور بنیاد پرست تشدد پسند قوتوں کو حمایت اور تقویت دیتی ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں ایک طرف سامراج کے مفادات کی جنگوں کیلئے افرادی قوت مہیا کرتی رہی ہے تو دوسری جانب جہاد کو ایک بزنس یا کاروباری مقصد کیلئے بھی استعمال کرتی رہی ہے۔ جنرل ضیاء کے زمانے میں افغانستان کی انقلابی حکومت اور سوویت یونین کے خلاف امریکی سامراج اور اس کے اتحادی ممالک کی طرف سے اس مذہبی جنگ کو مزید فروغ دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں پورا پاکستانی معاشرہ پر تشدد مذہبی نظریات اور جہادی تنظیموں کی لپیٹ میں آ گیا۔ افغانستان اور سوویت یونین میں انقلابی اور سوشلسٹ حکومتوں کے ختم ہونے کے بعد یہ مذہبی جنگ ایک نئے انداز سے جاری ہے۔ اس وقت بھی عالمی سرمایہ داری نظام اپنی بقا کیلئے اسلام کو خاص طور پر استعمال کر رہا ہے۔ عالمی سرمایہ داری و سامراجی نظام کی دنیا پر غلبے کی کوشش اور لوٹ کھسوٹ کی مزاحمت کیلئے منظم ہونے والی انقلابی و طبقاتی تحریکوں کو روکنے کیلئے مذہب اور نسل پرستی کو استعمال کر کے تضادات کی شکل کو مسخ کیا جا رہا ہے اور تحریکوں کو کند کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ مشرق وسطی میں قتل و غارت گری اس منصوبہ بندی کا شاخسانہ ہے۔ یہ منصوبہ بندی مشرق وسطی کے بعد اب دوسرے ممالک کیلئے بھی اپنائے جانے کے خطرات موجود ہیں۔

پاکستانی ریاست نے بھی ان خطرات کا کچھ ادراک کر لیا ہے۔ اس وجہ سے مذہبی قوتوں اور ان کی دہشت گردی کی طرف رویہ کچھ تبدیل کیا گیا ہے۔ ضرب عضب کے شروع کرنے کے پیچھے بھی یہ عوامل کارفرما ہیں۔ لیکن ان دہشت گرد قوتوں کی طرف رویئے میں اب بھی دوہرا معیار قائم ہے۔ جن قوتوں کے متعلق فوج کا یہ تصور بنا ہے کہ یہ تنظیمیں اور قوتیں پاکستانی فوج کے مقابلے میں غیر ملکی قوتوں کی زیادہ وفادار ہیں، ان کے خلاف تو آپریشن ہو رہا ہے، ان کو پھانسیاں بھی دی جا رہی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف کئی ایسی تنظیمیں جو دہشت گردی میں کھلم کھلا ملو

Scanned with CamScanner

ث ہیں، ان کو کچھ بھی نہیں کہا جارہا۔ کیوں کہ ان کے متعلق تصور ہے کہ یہ ان کی وفادار ہیں۔ یہ تصور اس وجہ سے بھی موجود ہے کہ ان کو اب بھی جہاد بزنس اور پڑوسی ممالک میں پراکسی قوت کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مذہبی سیاسی پارٹیوں اور ان نام نہاد جہادی قوتوں کو پاکستان کی نظریاتی اساس کی محافظ قوتیں تصور کیا جارہا ہے۔ اس وجہ سے پاکستان جب تک اپنی بنیادی نظریاتی اساس سے نہیں نکلتا، ان قوتوں کی پشت پناہی جاری رہے گی۔ اگر دہشت گردی سے نجات پانی ہے تو ملک کی نظریاتی بنیاد اور ساخت کو تبدیل کرنا ہوگا۔ تعلیمی نصاب کو بدلنا پڑیگا اور مدرسوں کے بے ہنگم پھیلتے ہوئے جال کو روکنا ہوگا ورنہ ضرب عضب جیسی کاروائیاں یا آپریشن نہ صرف بے سود ثابت ہوں گے بلکہ عالمی برادری کو مطمئن کرنے کی جو کوشش ہے وہ آنکھوں میں دھول جھونکنے کے برابر ہوگی۔ جو عالمی برادری کیلئے تو نہیں بلکہ خود ان کیلئے اپنے آپ سے دھوکے کے برابر ہوگی۔ جبکہ ملک کی عوام ضرب عضب آپریشن میں دوہرے معیار کو سمجھ چکی ہے اور وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہے۔

سیاسی منظر نامہ:

اس وقت ملک میں منتخب حکومتیں کام کررہی ہیں۔ ہماری پارٹی کا ہمیشہ سے یہ مؤقف رہا ہے کہ ملک کے وجود میں آنے سے لیکر آج تک آزاد، غیر جانبدار اور شفاف انتخابات منعقد نہیں ہوئے۔ 1970 کے انتخابات کو پاکستان کی تاریخ میں آزاد انتخابات کہا جاتا ہے لیکن پارٹی کا موقف رہا ہے کہ ان انتخابات میں بھی فوج کی مینوپولیشن موجود تھی۔ لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان منتخب حکومتوں کو کبھی بھی اقتدار کی منتقلی نہیں ہوئی۔ انتخابات کے بعد فوج کی قیادت اکثریت حاصل کرنے والی پارٹی کی قیادت سے اختیارات کی حصے داری یا پاور شیئرنگ کا فارمولا طے کرتی ہے۔ اس کے بعد اس پارٹی کو اقتدار حوالے کیا جاتا ہے۔ 1971 میں عوامی لیگ اور اس کی قیادت کے ساتھ پاور شیئرنگ کا معاملہ طے نہ ہوسکا اور فوجی آپریشن شروع کردیا گیا جس وجہ سے عوامی لیگ نے علیحدگی کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد بھی باقی ماندہ پاکستان

Scanned with CamScanner

میں جس کسی منتخب حکومت نے ملکی معاملات میں مکمل اختیارات حاصل کرنے کی کوشش کی تو اس حکومت پر ایوان کے باہر سے مختلف پارٹیوں اور عناصر کے ذریعے دباؤ بڑھا کر اسے یا تو معمولی اختیارات پر قناعت کرنے پر مجبور کیا گیا یا پھر حکومت کو ہی معزول کر دیا گیا۔ 2013 کے انتخابات کے بعد بھی یہی کچھ ہوا۔ انتخابات کے نتائج کا نوٹیفیکیشن جاری ہونے سے پہلے فوج کے سربراہ نے رائیونڈ محل جا کر نواز شریف سے پاور شیئرنگ کے معاملات طے کیے۔ اس کے بعد الیکشن کمیشن کی طرف سے نتائج کا نوٹیفیکیشن جاری کیا گیا۔ نواز شریف کی قیادت میں مسلم لیگ (ن) نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد اختیارات کے طے شدہ دائرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو فوج نے طاہر القادری کی طرف سے ہنگامہ آرائی کا سلسلہ شروع کرایا۔ یہ احتجاج کارآمد ثابت نہیں ہوا تو 14 اگست 2014 کو عمران خان اور طاہر القادری کی قیادت میں اسلام آباد پر یلغار کرائی گئی۔ منتخب حکومتیں اور اسمبلیاں ہچکولے کھانے لگیں تو نواز شریف اپنے سینئر اور اہم قلمدانوں کے وزیروں کو لیکر GHQ پہنچ گیا اور پاور شیئرنگ کے نئے فارمولے پر عمل درآمد کے معاملات طے کیے۔

اس عمل کے دوران ملک کی چند سیاسی پارٹیوں نے مثبت کردار ادا کرتے ہوئے اسمبلیوں کو بچانے اور لولی لنگڑی جمہوریت کی حفاظت کیلئے نواز لیگ حکومت کا ساتھ دیا۔ اسمبلیاں اور حکومتیں تو بچ گئیں لیکن بے اختیار ہو گئیں۔ 16 دسمبر 2014 کو آرمی پبلک اسکول پشاور میں ہونے والی دہشت گردی کا بہانہ بنا کر فوج نے تقریباً وہ تمام اختیارات حاصل کر لیے جو ایک ملٹری رجیم میں اسے حاصل ہوتے ہیں۔ خارجہ پالیسی، خارجی و داخلی سیکورٹی پالیسی کے اختیارات تو وہ پہلے ہی حاصل کر چکی تھی۔ مزید یہ کہ بنیادی شہری حقوق بھی سلب کیے گئے اور انتظامی و عدالتی اختیارات بھی فوج نے حاصل کر لیے۔ اس وقت عملی طور پر اقتدار اعلیٰ سول منتخب حکومتوں کے پاس نہیں بلکہ فوج کے پاس ہیں۔

Scanned with CamScanner

سرمایہ داروں، جاگیرداروں کی نمائندہ سیاسی پارٹیوں کی ناکامی:

جب تک ملک میں بائیں بازو کی پارٹیاں طاقتور اور مؤثر تھیں تب تک ملک میں ٹریڈ یونین، کسان، طلبہ، خواتین غرضیکہ سماج میں مختلف سطحوں پر چل رہی تحریک کی شکل میں ایک بہت بڑا دباؤ موجود تھا۔ ہماری پارٹی بھی اپنی طاقت کا استعمال ان سماجی قوتوں کی معرفت اور مظلوم قوموں کی اشرافیہ اور ملک کے جمہوری عناصر کو ایک قوت کے طور پر ملکی سیاست میں مؤثر یت دکھا رہی تھی۔ 1990 کے بعد جیسے جیسے پارٹی کمزور ہوتی گئی تو یہ تحریکیں بھی کمزور ہوتی گئیں۔ اس کے نتیجے میں حکمران طبقات کو عوامی مفادات پس پشت ڈال کر صرف ذاتی اور گروہی مفادات پر سیاست کو مرتکز کرنے کا ماحول بن گیا۔ خود ان پارٹیوں کی اقتدار اعلیٰ کی دو بڑی بروکر قوتوں یعنی عالمی سامراج اور فوجی جنرلوں کے ساتھ بارگیننگ کی پوزیشن کمزور ہوگئی۔ اس وجہ سے ایک طرف ہر سطح پر عوامی مفادات پامال ہوتے گئے تو دوسری طرف حکمران طبقات کی پارٹیوں کی پوزیشن کمزور ہوتی گئی۔ اس کے علاوہ ان پاور بروکر قوتوں نے ملک میں تیز طرار بورژوا قیادت کا بھی صفایا کر دیا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ یہ بورژوا پارٹیاں کوتاہ اندیش، سیاسی سمجھ بوجھ سے عاری قیادت میں کام کر رہی ہیں۔ پی پی، جو ملک کے دیہی اشرافیہ یا دیہی بورژوازی اور کچھ حد تک صنعتی و کاروباری بورژوازی کی نمائندہ پارٹی ہے، کی قیادت بھی کوتاہ اندیش، سیاسی سمجھ بوجھ سے عاری، بد انتظامی، اقربہ پروری، قیادت کے ذاتی اور گروہی مفادات کے تابع ہو کر ملک گیر پارٹی سے صوبائی پارٹی کی سطح تک پہنچ گئی ہے۔ 2008 سے لیکر 2013 کے انتخابات تک ان کی مرکزی اور سندھ حکومت نے آئین کی 18 ویں ترمیم کے پاس کرانے کے قابل تعریف عمل کے علاوہ عوام کو کچھ نہیں دیا۔ ملک کے سارے ادارے تباہی و بربادی کی نہج پر پہنچ گئے۔ اس وقت ایک صوبے میں حکومت رہ جانے کے باوجود اس پارٹی قیادت نے ہوش کے ناخن نہیں لیے۔ پی پی سیکولر پارٹی کی ساخت سے بھی گر کر ایک معمولی سی لبرل پارٹی کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ پارٹی کی قیادت خاص طور پر زرداری خاندان نے

Scanned with CamScanner

سیاسی، انتظامی معاملات اور کرپشن میں ملک کی سیاہ ترین تاریخ رقم کی ہے۔ ان ساری خرابیوں کے باوجود کوئی بہتر متبادل نہ ہونے کی وجہ سے اب بھی سندھ اور پورے ملک کے عوام کی بہت بڑی سیکولر اور کسی حد تک ترقی پسند قوتیں ووٹ کے سلسلے میں پی پی کو ہی آپشن سمجھتی ہیں۔ ویسے تو ان طبقات کا تاریخ میں ترقی پسند کردار ختم ہو گیا ہے لیکن زرداری خاندان کی قیادت سے پارٹی اگر جان نہیں چھڑا پاتی تو یہ بتدریج تاریخ کے کباڑ خانے میں چلی جائے گی۔ مسلم لیگ اصل میں پنجاب کے بالادست طبقات، جس میں صنعت کار اور تاجر طبقہ حاوی ہے اور کچھ حد تک پنجاب کے دیہی اشرافیہ کی نمائندہ پارٹی ہے۔ پنجاب میں ریاستی، نظریاتی و ثقافتی کلچر کے حاوی ہونے کی وجہ سے نواز لیگ ایک مذہبی عنصر رکھنے والی پارٹی ہے۔ اس کی سیاست کا بنیادی محور پنجاب ہی ہے۔ یہ پارٹی بھی ان بالائی طبقات کے مفادات کیلئے کام کرتی ہے۔ عوامی مفادات سے اس کا کوئی سروکار شروع سے ہی نہیں رہا اس کی حکمرانی شروع سے پنجاب تک ہی محدود رہی ہے۔ مرکزی حکومت میں ہونے کے باوجود ان کا پورا محور پنجاب ہی رہا ہے۔ ان کی بدعنوانی پیپلز پارٹی کی طرح نچلی سطح تک کم بلکہ بالائی سطح پر زیادہ ہے۔ بڑے بڑے پروجیکٹس اور بیرون ملک سرمایہ کاروں سے رقومات حاصل کر کے اس میں جو کک بیکس حاصل کرتے ہیں یا ملک کے خزانے اور مالیاتی اداروں کو جس طرح لوٹتے ہیں۔ اس میں یہ مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔ نواز لیگ کی قیادت بھی پیپلز پارٹی کی طرح سیاسی طور پر کوتاہ اندیش اور سیاسی وژڈم سے عاری ہے۔ پارلیمنٹ میں واضح برتری اور پنجاب، جو ملک کی آبادی کے آدھے سے زیادہ حصے پر مشتمل ہے، میں جڑیں رکھنے کے باوجود اسٹیبلشمنٹ سے کمزور پاور شیئرنگ کرتی ہے۔

پی پی اور ن لیگ کی بدعنوانی، بدانتظامی، سیاست میں کاروباری کلچر اور سیاسی فہم و فراست سے عاری ہونے کی وجہ سے ملک کی سیاست میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اسٹیبلشمنٹ اس خلا کو پر کرنے اور اپنی چھتری میں چلنے والی پارٹیوں کو کھڑا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس حکمت عملی کے تحت آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل پاشا نے تحریک

Scanned with CamScanner

انصاف کو صرف ایک آدمی کی پارٹی سے بڑھا کر عوام کی ایک بڑی پارٹی بنادیا۔ تحریک انصاف بنیادی طور پر ملٹری اسٹیبلشمنٹ کی نمائندہ پارٹی ہے۔ اپنی تنظیمی ساخت میں وہ پہلے صرف چند کاروباری اور ریٹائرڈ افسر شاہی و شہری درمیانے طبقے خاص طور پر برگر خاندانوں پر مشتمل نظر آتی تھی لیکن اب پی پی اور نواز لیگ کی طرح شہری درمیانہ طبقہ کم ہوتا جارہا ہے۔ جاگیردار اور صنعتی و کاروباری طبقہ زیادہ حاوی نظر آرہا ہے۔ جیسا کہ یہ ملٹری اسٹیبلشمنٹ کی پروردہ و نمائندہ پارٹی ہے اس وجہ سے شکل صورت و لباس میں لبرل نظر آنے کے باوجود اپنے جوہر میں ایک مذہبی پارٹی ہے۔ اس وجہ سے جماعت اسلامی اور تحریک انصاف ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں۔ پی۔ ٹی۔ آئی طالبان کے متعلق نقطہ نظر بھی جماعت اسلامی جیسا ہی رکھتی ہے۔ نواز لیگ کی حکومت کے چیک اینڈ بیلنس کیلئے (اسٹیبلشمنٹ کے مفاد میں) متحرک رہتی ہے۔ پختون خوا کی صوبائی حکومت میں ان کی کارکردگی انیس بیس کے فرق کے ساتھ وہی ہے جو نواز لیگ اور پیپلز پارٹی کی پنجاب اور سندھ میں ہے۔ تحریک انصاف میں جو نیا سیاسی کیڈر داخل ہوا ہے جسکی نئی سیاسی پہچان بنی ہے اس کی پارٹی میں کوئی خاص حیثیت نہیں ہے۔ ریٹائرڈ بیوروکریٹ یا اسٹیبلشمنٹ سے قربت رکھنے والی سیاسی شخصیات قیادت اور پالیسی ساز اداروں پر حاوی ہیں۔ پختون خوا حکومت بھی ان لوگوں سے چلوائی جارہی ہے جو پہلے اے این پی، پیپلز پارٹی یا کسی اور پارٹی میں سرکار چلاتے رہے ہیں۔ حکومت کرنے کا رنگ ڈھنگ وہی روایتی اور پرانا ہے۔ اس وجہ سے تحریک انصاف سے سیاست میں نئی قدروں، رویوں اور ملک و عوام کی طرف تعمیری رویے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اب اس چیز کا امکان ہے کہ ایک اور متبادل بنانے کی بھی کوشش کی جائے۔ یہ متبادل سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس افتخار چوہدری کی قیادت میں سامنے آسکتا ہے۔ ان قوتوں کی معرفت پی پی اور نواز لیگ کو باور کرایا جائے گا کہ اسٹیبلشمنٹ کے پاس نئے مہرے ہیں اسلئے اب ضروری نہیں ہے کہ انہی دونوں روایتی متبادل پارٹیوں سے معاملات طے کرنے پر قناعت کی جائے۔

Scanned with CamScanner

کراچی آپریشن اور فوج کا نیا کردار:

ملک میں موجود روایتی پارٹیوں کی ناکامیوں کی وجہ سے فوج کو اپنا کردار بڑھانے کا وسیع موقعہ مل گیا ہے۔ موجودہ پارٹیاں نہ جمہوری ہیں نہ عوام کی بہتری اور ملک کی ترقی کیلئے کوئی واضح ایجنڈہ رکھتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک سیاسی ماحول بنا ہوا ہے۔ عوام کو منظم کرنے، عوام کے مسائل پر جدوجہد کرنے، تحریر و تقریر کی آزادی میسر ہے۔ اگر موجودہ سیاسی نظام کی بساط لپیٹی جاتی ہے تو سیاسی ماحول ختم ہو جائے گا۔ تحریر، تقریر پر قدغنیں لگ جائیں گی۔ اس وقت بلوچستان اور سندھ میں ملک کی خفیہ ایجنسیاں سیاسی کارکنوں کو اغوا کر کے ان کی مسخ شدہ لاشیں ویران جگہوں پر پھینک رہی ہیں۔ خاص طور پہ بلوچستان میں تو جہازوں سے بمباری کر کے بستیاں برباد کی جا رہی ہیں، اور اجتماعی قبریں بنائی جا رہی ہیں۔ یقیناً یہ عمل تو فاشسٹ حکمرانوں اور ریاستوں والا رویہ ہے۔ مزید یہ کہ فوجی عدالتیں بھی کام کر رہی ہیں۔ اگر یہ سیاسی بساط لپیٹی جاتی ہے تو ریاستی تشدد کا یہ رویہ سیاسی عمل میں بڑی رکاوٹ بنے گا۔ اس وجہ سے فوج اور سیکورٹی اداروں کے اختیارات کو محدود اور سیاسی حکومتوں کے تابع کرنے کی ضرورت ہے۔

ملک میں آپریشن دہشت گردی کے خلاف شروع کیا گیا، لیکن اب وہ سیاسی قوتوں کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ سندھ میں پیپلز پارٹی کی حکومت کی کتنی بھی خرابیاں ہوں، اس کے چیک اینڈ بیلنس یا ہٹانے کا اختیار عوام کے پاس ہونا چاہیے۔ یہ عوام کا حق ہے، کسی غیر سیاسی ادارے کا نہیں۔ اگر عوام اپنا یہ حق استعمال نہیں کرتے تو وہ خود بھگتیں گے۔ رہا سوال کرپشن کا تو کرپشن کی کلچر فوجی ادوار میں پروان چڑھی ہے۔ جنرل ایوب کے زمانے میں اس کے خاندان کے دو افراد گوہر ایوب اور جنرل حبیب اللہ گندھارا گروپ کے مالکان 22 سرمایہ دار خاندانوں کی فہرست میں آئے۔ جنرل ضیاء کے زمانے میں شریف خاندان، چوہدری خاندان اور جنرل عمر

Scanned with CamScanner

جنرل اختر عبدالرحمان کے خاندان ملک کے بڑے سرمایہ دار بنے۔ پرویز مشرف دور میں بھی یہی صورتحال رہی۔ ان جنرلوں کے زمانے میں ہی پی پی مخالف سیاست دانوں اور پارٹیوں کو پیسے دیے گئے۔ انہیں بنکوں سے اربوں روپے قرضہ دلایا گیا۔ ملکی خزانہ خالی، بنک دیوالیہ کیے گئے۔ تمام قرضے معاف کر کے سیاست میں ایک نیا طبقہ اور گروہ پیدا کیا گیا۔ ہر جنرل نے اقتدار پر قبضہ کرنے کی بنیاد سیاسی حکومتوں کی بدعنوانی اور بدانتظامی بتائی۔ لیکن ان کی حکومتوں میں پہلے سے زیادہ بدانتظامی اور بدعنوانی کی مثالیں قائم ہوئیں۔

ایسی صورتحال میں جب سندھ میں کرپشن ختم کرنے کے نام پر پی پی کو نشانہ بنانے کی کوشش ہو رہی ہے تو سیاسی قوتوں کیلئے ایک سوالیہ نشان بن گیا ہے۔ اس بدعنوانی کو روکنے اور جڑ سے اکھاڑنے کیلئے تمام اداروں خاص طور پر جنرل ضیا سے لیکر بدعنوانیوں و بدانتظامیوں کی تحقیقات کی جائے اور سب کے خلاف ایکشن ہو لیکن وہ بھی فوجی ادارہ نہ کرے بلکہ ملک میں ایماندار اور سفارش کی مزاحمت کرنے اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والے چند ایک نامور ریٹائرڈ جج موجود ہیں۔ جنھوں نے کسی آمر کے ساتھ وفاداری کا حلف نہیں لیا۔ ان پر مشتمل بااختیار کمیشن بنایا جائے جو سول اور فوجی حکومتوں کے ادوار میں لوٹی ہوئی ملکی دولت کی تحقیقات کرے اور ذمہ داروں کو سزائیں دے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی عمل جاری رہنا چاہیے۔ پارلیمنٹ اور تمام اسمبلیاں اپنا کام بھی جاری رکھیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پی پی اور ایم کیو ایم آپریشن کی زد میں کیوں آئی ہیں؟ کیا مسئلہ صرف بدعنوانی، بھتہ خوری یا دہشت گردی کا ہے؟۔ ایم کیو ایم جو شروع دن سے سیاسی پارٹی سے زیادہ ایک سیاسی مافیا رہی ہے۔ بھتہ خوری اور دوسری کاروائیوں میں ملوث رہی ہے۔ لیکن اچانک وہ کونسا عمل ہوا جس کے نتیجے میں ان کے خلاف کاروائی شروع ہوگئی؟ اصل معاملہ پاکستان کی ملٹری اسٹیبلشمنٹ اور امریکا کے درمیان

Scanned with CamScanner

تعلقات میں تبدیلی کا ہے۔ ملٹری اسٹیبلشمنٹ نے چین کو خارجہ پالیسی کا محور بنا دیا ہے۔ نئے ابھرتے مراکز روس اور چین کے ساتھ قربت کے تعلقات نے امریکا کو ضرور مشتعل کیا ہے۔ ملٹری اسٹیبلشمنٹ سمجھتی ہے کہ یہ دونوں قوتیں ان سے زیادہ امریکا کی وفادار ہیں۔ امریکا ان کی معرفت اسٹیبلشمنٹ کیلئے مشکلات پیدا کرسکتا ہے۔ ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی اس وجہ سے زیادہ آپریشن کی لپیٹ میں ہیں۔ کراچی کے حالات کو خراب کرنے اور ایم کیو ایم کو اس ڈگر پر لیجانے میں خود اسٹیبلشمنٹ کا ہاتھ رہا ہے۔ وہ کتنی بھی دہشت گردی کرتے تھے، اسٹیبلشمنٹ کا سایہ ہمیشہ ان کے سر پر رہتا تھا۔ سندھ میں سیاسی حکومتوں کو ان کی معرفت بلیک میل کیا جاتا تھا۔ آج ایم کیو ایم کے خلاف فوجی آپریشن ایم کیو ایم کو مزید عوامی حمایت سے ہمکنار کررہا ہے۔ آج ایم کیو ایم کے کارکنوں کو جس طرح اغوا کرکے، ماورائے عدالت قتل کرکے لاشوں کو پھینکا جارہا ہے۔ اس عمل کی کوئی بھی جمہوریت پسند سیاسی عنصر حمایت نہیں کرسکتا۔ اگر یہ مجرم ہیں تو انہیں گرفتار کرکے ان کا ٹرائل کیا جائے اور انہیں عدالتوں کے ذریعے سزائیں دی جائیں۔

رہا سوال رینجرز کے اختیارات کا تو رینجرز 26 سال سے سندھ میں موجود ہے۔ کبھی ایکٹو اختیارات کے ساتھ تو کبھی در پردہ۔ رینجرز کی ناک کے نیچے ہی کراچی میں بھتہ خوری اور ٹارگیٹ کلنگ پروان چڑھی ہے۔ اگر سیاسی حکومتوں کو بااختیار بنایا جائے تو عوام کے چیک اینڈ بیلنس سے کسی حد تک معاملات سدھر سکتے ہیں۔ تمام غیر جمہوری و غیر سیاسی اداروں کو ہمیشہ سیاسی اداروں کے ماتحت ہونا چاہیے۔ انہیں سیاسی حکومتوں کی ضرورت اور طلب کرنے پر انتظامی معاملات میں کردار ادا کرنا چاہیے۔

قومی مسئلہ اور پاکستان میں اسکی نوعیت:

قومیں تاریخی عمل کے نتیجے میں بنتی ہیں۔ کسی کی خواہش اور ضرورت کے مطابق

Scanned with CamScanner

نہیں۔قوم کے بننے کی بنیادیں مذہب میں نہیں بلکہ سیکولر تصور میں ہوتی ہیں۔کسی بھی قوم کے بننے کے عمل میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال درکار ہوتے ہیں۔پاکستان بننے کے وقت دوہرا رویہ اختیار کیا گیا۔ایک طرف قومی ریاستوں کو یقین دہانی کرائی گئی کہ یہ ریاستیں اپنا وجود قائم رکھتے ہوئے پاکستان میں شامل ہوں گی۔دوسری طرف مذہب کی بنیاد پر ایک ملک کو جنم دیا گیا۔یہ دونوں تصور ایک دوسرے سے متصادم تھے۔ملک قائم ہونے کے بعد یہ تضاد سب سے پہلے بنگال میں ابھر کر سامنے آیا جب اردو کو زبردستی قومی زبان قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ وقت گذرنے کے ساتھ مذہب کی بنیاد کو زیادہ گہرا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پاکستان میں بسنے والی قوموں کے وجود سے انکار اور مسلم قوم کے تصور پر زور شدت سے بڑھتا گیا۔حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا جب ان قومی ریاستوں کے وجود کو ہی ختم کر دیا گیا۔اس وجہ سے پاکستان میں بسنے والی قوموں میں قومی بقا اور شناخت کے جذبات شدید تر ہوتے گئے۔پھر ون یونٹ کے زمانے میں نام تو لیا گیا مسلم قوم کا لیکن پنجاب کی حکمران اشرافیہ طبقے اور افسر شاہی نے اردو آبادی کی افسر شاہی سے ملکر تمام قوموں کے حقوق غصب کیے۔پنجاب کے علاوہ باقی قوموں میں قومی حقوق کے جذبات پنجاب کے حکمران طبقات اور فوج سے ٹکرانے لگے۔بلوچستان کے علاوہ باقی صوبوں نے ہمیشہ اپنی جدوجہد کو سیاسی اور جمہوری انداز سے آگے بڑھایا جبکہ بلوچستان میں یہ جدوجہد مختلف وقتوں میں مسلح جنگ کی شکل بھی اختیار کرتی رہی۔بنگال نے جمہوری انداز سے اپنا فیصلہ دے دیا۔لیکن فوجی افسر شاہی کی طرف سے اس کو ماننے سے انکار کیا گیا اور باقی ماندہ پاکستان کے اقتدار پرست سیاستدانوں کے ساتھ ملکر بنگال کے خلاف فوج کشی کی گئی ،لاکھوں بنگالیوں کو قتل کیا گیا اور لاکھوں عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔بالآخر بنگال بنگلادیش بن گیا۔

Scanned with CamScanner

پنجاب کے بالادست حکمران طبقات اور فوجی اسٹیبلشمنٹ میں پنجاب کی واضح اکثریت کی وجہ سے، مضبوط مرکز کے نام پر تمام چھوٹے صوبوں اور قوموں کا استحصال ہنوز جاری ہے۔ صوبوں کے قدرتی وسائل اور بندرگاہوں پر ان کا حق نہیں ہے۔ وہ تمام مرکز کے اختیار میں ہیں۔ اس وقت مرکز پر پنجاب کے بالادست طبقات اور فوجی نوکر شاہی کا عملاً قبضہ ہے۔ ملازمتوں کا کوٹہ ہو یا مالیات کی تقسیم۔ باقی صوبوں کے ساتھ مسلسل زیادتی ہو رہی ہے۔ پیپلز پارٹی کے 2008۔ 2013 تک کے حکومتی دور میں آئین میں 18 ویں ترمیم کی گئی لیکن نہ اس پر عمل درآمد ہوتا ہے نہ صوبوں کے معدنی وسائل اور بندرگاہوں پر ان کا اختیار تسلیم کیا جاتا ہے۔ صوبوں کو مالیاتی اختیار نہیں دیا جاتا۔ پنجاب خاص طور پر وسطی پنجاب کی ترقی کو دیکھ کر باقی صوبوں میں حتیٰ کہ پنجاب کے باقی علاقوں میں احساس محرومی شدید ہو رہا ہے۔ طبقاتی طور پر پنجاب کے نچلے طبقات اور باقی قوموں کے نچلے طبقات کی صورتحال 19، 20 کے فرق سے ایک جیسی ہے۔ نچلے طبقات کیلئے پنجاب میں بھی تعلیم اور علاج معالجے کی سہولیات حاصل کرنا دشوار ہے۔ ملازمتوں میں آفیسر رینک میں پنجاب کے اشرافیہ طبقے کو اولیت حاصل ہے۔

باقی صوبوں کا اشرافیہ طبقہ حکمرانی کی بندر بانٹ پنجاب کے حکمران طبقات سے اپنا حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے پنجاب کے علاوہ باقی ماندہ ملک کے حکمران طبقات سرکاری خزانے پر ہاتھ صاف کر کے یا دوسری مراعات سے امیر سے امیر تر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ حکمران طبقات سامراج اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ساتھ ملکر چھوٹے صوبوں کے وسائل بھی اپنے مفادات کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔ البتہ پنجاب میں صنعتی اور کاروباری ترقی کے نتیجے میں بہت بڑا درمیانہ طبقہ پیدا ہوا ہے۔ جو کسی حد تک خوشحال نظر آتا ہے۔ سندھ اور بلوچستان قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں۔ پختون خوا توانائی پیدا کرنے میں بے انتہا ترقی کی گنجائش رکھتا ہے۔ پختون خوا

Scanned with CamScanner

سے جتنی بجلی پیدا ہو رہی ہے۔ اس پر صوبے کا کوئی اختیار نہیں۔ سندھ اور بلوچستان میں تیل گیس، کوئلے اور قیمتی معدنیات کے ساتھ ساتھ ساحل سمندر کی وجہ سے ہزاروں میگا واٹ انرجی پیدا کرنے کیلئے سازگار محل وقوع رکھتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ غربت اور مفلسی بھی ان دو صوبوں میں ہے۔ قومی حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والی قوتوں کو علیحدگی پسند اور غیر ملکی ایجنٹ قرار دے کر کچلا جا رہا ہے۔ بلوچستان میں فوجی آپریشن نے بلوچوں کی زندگی عذاب میں مبتلا کر دی ہے۔ کئی بلوچ نوجوانوں کو اغوا کر کے تشدد زدہ قتل کی ہوئی لاشیں ویران جگہوں میں پھینک کر انہیں خاموش کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور تو اور اجتماعی قبروں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے اور جہازوں سے بمباری کی جا رہی ہے سیاسی کارکنوں کے اغوا کا سلسلہ سندھ میں بھی کافی عرصے سے شروع ہو چکا ہے۔ دونوں صوبوں میں کئی مائیں اور بہنیں اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی لاشوں پر نوحہ کناں ہیں۔ پاکستانی ریاست خاص طور پر فوجی اسٹیبلشمنٹ کے ان فاشسٹ رویوں کے نتیجے میں ملک مضبوط نہیں بلکہ کھوکھلا ہوتا جا رہا ہے۔ ملک عوام کی ہمدردیوں اور وفاداریوں سے مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔ عوام کی نفرتوں سے ملک کمزور ہوتا ہے۔

پارٹی سمجھتی ہے کہ پاکستان کو ایک رضا کارانہ وفاق بنایا جائے۔ قوموں کا حق خود اختیاری تسلیم کیا جائے۔ تمام قوموں کی زبانوں کو قومی زبان کا درجہ دیا جائے جبکہ اردو اور انگریزی کو رابطے کی زبانیں قرار دیا جائے۔ قدرتی وسائل اور بندرگاہوں پر ان کا حق حاکمیت تسلیم کیا جائے۔ صوبوں کو تمام ملازمتوں میں آبادی کے تناسب سے حصہ دیا جائے۔ انہیں مالیاتی خودمختاری دی جائے۔ فوجی افسر شاہی میں سینیٹ کی طرح قوموں کو نمائندگی دی جائے۔ پاکستان میں موجود تمام قوموں کی قومی حیثیت کو تسلیم کر کے ملکی معاملات میں ان کی رائے شامل کی جائے۔ خارجہ، دفاع، ریلوے کے علاوہ تمام محکمے صوبوں کے حوالے کیے جائیں۔ رضا

Scanned with CamScanner

کارانہ وفاق کیلئے ضروری ہے کہ قوموں کی حق خود اختیاری بشمول حق علحدگی کی آئینی ضمانت دی جائے۔اس سلسلے میں قومی حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والی قوتوں کی جدوجہد کے طریقہ کار اور قومی جبر واستحصال کے خلاف لڑنے والی کمیونسٹ یا بائیں بازو کی قوتوں کی جدوجہد کے طریقہ کار میں فرق ہے۔قومی حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والی قوم پرست قوتیں قومی استحصال وجبر کی ذمے دار پنجاب کو سمجھتی ہیں۔ جبکہ بائیں بازو کی قوتیں اور کمیونسٹ اس استحصال کی ذمہ دار پنجاب کے بالادست طبقوں اور فوجی اسٹیبلشمنٹ کو قرار دیتی ہیں۔اس سلسلے میں پنجاب کی ترقی پسند قوتیں ہمیشہ مظلوم قوموں کے استحصال کے خلاف آواز اٹھاتی رہتی ہیں۔ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کی آواز کمزور اور تعداد کم ہے۔ پنجاب کے عام عوام حکمرانوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر مظلوم قوموں پر جبر اور استحصال کے خلاف آواز اٹھانے والی قوتوں کو ملک کا دشمن گردانتے ہیں۔اس وجہ سے پنجاب کے ترقی پسند اپنے صوبے میں سیاسی بیگانگی کا شکار ہیں۔وہ باقی مظلوم قوموں کے قوم پرستوں کے ساتھ اتحاد بھی بناتے ہیں اور سیاسی عمل کا حصہ بھی ہوتے ہیں۔

قومی جبر استحصال کی ایک شکل ہے۔کمیونسٹ ہر قسم کے استحصال کے خلاف نہ صرف آواز اٹھاتے ہیں بلکہ اس کے خلاف جدوجہد بھی کرتے ہیں۔لیکن وہ طبقاتی جبر کو نہیں بھولتے۔اس وجہ سے قومی جبر کو طبقاتی جبر کے ساتھ ملا کر جدوجہد کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔ ملک قائم ہونے کے بعد پنجاب کی ترقی پسند قوتوں اور مظلوم قوموں کی نمائندہ قوتوں کے درمیان مضبوط اتحاد قائم تھا۔یہی وجہ ہے کہ ون یونٹ کے خلاف مغربی پاکستان اسمبلی میں جو قرارداد پیش کی گئی تھی۔اس میں پنجاب کے نمائندوں کا بھی اہم کردار تھا۔لیکن افسوس کہ اب یہ اتحاد ٹوٹ چکا ہے۔مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ مظلوم قوموں کے ترجمان پنجاب کے حکمران طبقات کے ساتھ تو اتحاد بنا لیتے ہیں لیکن کمیونسٹ اور ترقی پسندوں کے ساتھ اتحاد سے ہمیشہ گریزاں رہتے

Scanned with CamScanner

ہیں۔اس سلسلے میں ہماری پارٹی کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس اتحاد کو دوبارہ تشکیل دے۔اس کے ساتھ ساتھ مظلوم قوموں کے قوم پرستوں کی طرف سے شاونزم اور فاشسٹ رجحانات کا بھی مقابلہ کیا جائے۔

بیرون و اندروں ملک سے سندھ اور بلوچستان میں آبادکاری کا مسئلہ ان دونوں قوتوں میں تنازعے کا بڑا سبب ہے۔ہم کمیونسٹوں کا نکتہ نظر یہ ہے کہ ہر ایک صوبے میں وہاں کے لوگوں کو روزگار مہیا کیا جائے۔اس کیلئے جدوجہد کرنی چاہیے۔بجائے اس کے کہ پنجابی اور پختون آبادی سے نفرت کی جائے۔اگر ہر قوم کے باشندے کو اپنے صوبے میں روزگار ملے تو اس کو نقل مکانی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔گاؤں، گوٹھ اور جائے پیدائش ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے۔بیروزگاری کی وجہ سے لوگ اپنی جنم بھومی چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہر پاکستانی شہری کو اپنے علاقے اور صوبے میں روزگار مہیا کرنے کے مطالبے پر ہر قوم کا باشندہ اس تحریک کا حصہ بنے گا۔اور یہ تحریک مؤثر ہو کر بالادست حکمران طبقات کو اپنے صوبے کے عوام سے الگ تھلگ کردے گی۔کچھ بائیں بازو کی قوتیں اور دانشور جو اپنے آپ کو کمیونسٹ اور مارکسسٹ بھی کہتے ہیں۔وہ قوموں کے وجود کو مجبوراً زبانی کلامی تسلیم کرتے ہیں۔لیکن قومی حقوق کی جدوجہد کو منفی سرگرمی سمجھتے ہوئے محنت کش طبقات میں پھوٹ ڈالنے کی سوچ کہتے ہیں۔ان کی پہچان اور سوچ کو باقی کمیونسٹ اور بائیں بازو کی قوتوں کے ساتھ خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ہاں البتہ یہ ضروری ہے کہ پاکستان میں بسنے والی قوموں کے محنت کشوں کے درمیان اتحاد، یگانگت اور مشترکہ جدوجہد کی راہیں ضرور تلاش کرنی چاہئیں لیکن قومی حقوق سے انکار اور اس کی جدوجہد سے دور رہنا کمیونسٹ نظریات اور لیننی معیار سے روگردانی ہے۔

ملک میں نئے صوبے بنانے کا مسئلہ:

پاکستان میں جب بھی فوجی آمریت ہوتی ہے۔تو اس طرح کی تجاویز کو پروپیگنڈے

Scanned with CamScanner

میں لایا جاتا ہے۔ تا کہ جمہوری تحریک کو انتشار کا شکار کیا جائے۔ اسی طرح جب قومی جبر کے خلاف جدوجہد تیز ہوتی ہے یا ملک میں بایاں بازو مؤثر ہونے لگتا ہے تو محنت کش طبقات اور مظلوم قوموں میں انتشار اور پھوٹ ڈالنے کیلئے اس مسئلے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں موجود صوبے قومی وحدتوں کی صورت رکھتے ہیں۔ وفاق یا مرکز انہیں اختیارات یا حقوق دینے کیلئے تیار نہیں تو مزید صوبے بنا کر وہ اختیارات کو ڈی سینٹرلائز کرے گا؟ نہیں۔ کیوں کہ مقصد صوبوں کو اختیارات دینا نہیں بلکہ حقوق کی جدوجہد کو انتشار کی کیفیت میں مبتلا کرنا ہے۔ اس وقت موجود صوبے پاکستان بننے سے پہلے ریاستوں کی شکل رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ قومی و حدتیں بھی ہیں ان کو مزید تقسیم کرنا کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہے۔ اگر ملک میں حقیقی جمہوریت ہو، اختیارات عوام اور اس کی منتخب اسمبلیوں کے پاس ہوں، ملک کی صورت ایک رضا کارانہ وفاق کی ہو تو پھر وفاق کی اکائیاں اس مسئلے کا حل مناسب طریقے سے نکال سکتی ہیں۔ جس طرح پڑوسی ملک انڈیا میں قوموں کی باہمی رضامندی سے نئی ریاستیں بنائی گئی ہیں۔ انتظامی بنیاد پر نئے صوبوں کی تشکیل کا مطالبہ انتشار کے علاوہ کچھ نہیں۔ مشترکہ تاریخ، زبان، ثقافت، قومی کردار اور تاریخی ورثہ کسی بھی قوم کا ہے تو اسے قومی وحدت مانا جاسکتا ہے اور ریاست کو ماننا چاہیے، جیسے سرائیکی وسیب۔ اس مسئلے کیلئے سرائیکی وسیب کے باشندوں کی رائے اہمیت رکھتی ہے نہ کہ پنجاب اسمبلی۔ کراچی کو الگ صوبہ بنانے کا مسئلہ کسی بھی حوالے سے نامناسب اور تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ سندھ میں اردو بولنے والی آبادی پاکستان قائم ہونے سے قبل انڈیا کی مختلف ریاستوں و زبانوں سے تعلق رکھتی تھی۔ ان کو سندھ میں آباد ہوئے صرف 65 سال ہوئے ہیں۔ نہ مشترکہ تاریخی ورثہ ہے نہ ثقافت نہ مشترکہ قومی کردار، یہاں تک کہ یوپی اور حیدرآباد دکن سے آنے والے آپس میں رشتے بھی نہیں کرتے۔ کیرالہ، بہار اور راجستھان سے

Scanned with CamScanner

آنے والی آبادی تو یوپی، دکن حیدرآباد اور دلی سے بالکل مختلف ہے۔ ہاں سندھ میں حکمران طبقات اور ملٹری اسٹیبلشمنٹ نے اپنے سیاسی مقاصد کیلئے ایم کیو ایم کو کھڑا کر کے کسی حد تک ان کو سیاسی پروگرام پر یکجا کر دیا۔ اس میں بھی بنیادی تضاد یعنی سندھ میں مرکز کے ساتھ تضاد کو الجھانے اور سندھ کی جمہوری تحریک میں دراڑیں ڈالنے کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اگر حکمران طبقات کی سازش نہ ہوتی تو اردو اور سندھی بولنے والی آبادی کا آپس میں ضم ہونے کا عمل کافی حد تک مکمل ہو جاتا۔ سیاسی اور اقتصادی مفادات یکجا ہو جاتے۔ البتہ زبان اور نفسیات کے مسائل کسی حد تک موجود رہتے وہ بھی وقت گذرنے کے ساتھ یکجا ہو جاتے۔ اس آبادی کو سندھ میں آئے ایک صدی بھی نہیں ہوئی لیکن دونوں آبادیوں میں رشتے داریاں اور سماجی تعلقات گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ سندھ کی سیاسی قوتیں اور اکثریتی آبادی اردو بولنے والی آبادی کو سندھی قوم کا اٹوٹ حصہ سمجھتی ہے۔ اردو بولنے والے دانشور اور جمہوری قوتیں تو کراچی کو الگ صوبہ بنانے کی شروع دن سے مخالفت کرتے آ رہے ہیں۔ کمیونسٹ اور بائیں بازو کی تحریک یا ترقی پسند رجحانوں میں تو اردو بولنے والی آبادی کے دانشور طبقے نے سندھ کی قیادت کی ہے۔ وہ کبھی بھی اسٹیبلشمنٹ کی اس سازش کا حصہ نہیں بنے۔ لہذا کراچی کو الگ صوبہ بنانے کا مطالبہ کسی بھی صورت جائز نہیں ہے۔ کشمیر، گلگت، بلتستان کو پاکستانی ریاست زبردستی اپنے صوبے کا درجہ دیئے ہوئے ہے جبکہ یہ مطالبہ بھی کیا جا رہا ہے کہ کشمیریوں کو حق خود اختیاری دی جائے۔ انڈیا میں جموں، لداخ اور کشمیر کو خاص حیثیت کی آئینی ضمانت ہے۔ پاکستانی ریاست ان کے حق خود اختیاری کیلئے تو آواز بلند کرتی ہے لیکن اپنے ملک میں موجود کشمیر کے حصوں کے متعلق ان کی پالیسی دوہرے معیار کا شکار ہے۔ دونوں طرف کے کشمیریوں کو حق خود اختیاری ملنا چاہیے اور اسے مری کے کور کمانڈر کی معرفت چلانے کا سلسلہ بند کرنا چاہیے۔ یا پھر اگر پاکستان میں موجود

Scanned with CamScanner

کشمیر، گلگت، بلتستان کو پاکستان اپنے صوبے سمجھتا ہے تو پھر اسے انڈیا میں موجود کشمیر کے متعلق حق خود اختیاری کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔ پارٹی کا مؤقف ہے کہ پاکستان میں موجود کشمیر کو ٹکڑیوں میں نہیں بانٹنا چاہیے بلکہ ان کا اسپیشل اسٹیٹس برقرار رکھتے ہوئے دونوں طرف کے کشمیریوں کو حق خود اختیاری دینا چاہیے۔ اس سے پہلے دونوں طرف کے شہریوں کیلئے آسانیاں پیدا کرنی چاہییں اور ان کے باہمی رشتوں میں دونوں ممالک کو رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔ ان کیلئے ویزہ پالیسی نرم کرنی چاہیے۔ 60 سال سے زائد عمر کے مرد اور خواتین، 15 سال سے کم عمر بچوں کیلئے ویزہ ختم کر کے پرمٹ سسٹم رائج کیا جائے۔ ساتھ ہی غیر کشمیری نام نہاد جہادی قوتوں کو سرحد پار خون خرابہ کرنے سے روکا جائے۔

غیر مسلم برادریوں کے حقوق:

پاکستان میں غیر مسلم آبادی کے آئینی حقوق ہماری نظر میں اتنے ہی ہیں جتنے مسلم آبادی کے۔ چنانچہ ان کی شناخت اقلیت کے طور پر کسی صورت میں بھی درست نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ آبادی خود بھی اپنے آپ کو اقلیت قرار دیتی ہے۔ ملک میں رہنے والے ہندو، شیڈیولڈ کاسٹ، سکھ، کرسچن، پارسی یا یہودیوں کے آئینی حقوق ملک کی باقی مستقل رہائش پذیر آبادی جتنے ہی ہیں۔ وہ ملک کی مختلف قومی وحدتوں کا حصہ ہیں۔ مذہب کی بنیاد پر ایک ملک کے شہریوں میں اس طرح کا امتیازی سلوک نامناسب، غیر انسانی اور قومی وحدتوں کی بنیاد کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ یہ تمام لوگ جو کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، پاکستان کے شہری ہیں۔ لیکن ان کی قوم مختلف ہے۔ مذہب کے بنیاد پر قوم کے تصور نے پاکستان کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ پچھلے 68 سال سے غیر مسلم آبادی کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ 1980 کے بعد اس امتیازی سلوک میں مزید شدت آئی ہے۔ ان کو برابری کے حقوق دینا تو درکنار الٹا ان کی

Scanned with CamScanner

آبادیوں کو جلایا جارہا ہے۔ ان کی عبادت گاہوں کو لوٹا، جلایا اور مسمار کیا جارہا ہے۔ سندھ میں تو ان کی خواتین اور بچیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک روا رکھا جارہا ہے۔ کم عمر معصوم بچیوں حتی کہ شادی شدہ خواتین کو اغوا کر کے انہیں جنسی تشدد کا نشانہ بنانے کیلئے زبردستی مذہب کی تبدیلی کا ڈھونگ رچایا جارہا ہے۔ انہیں مرکزی اور صوبائی حکومتیں کوئی تحفظ فراہم نہیں کر رہی ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ عدالتیں بھی انہیں انصاف مہیا نہیں کر رہی ہیں مذہبی تنگ نظری کو اتنا پھیلایا گیا ہے کہ ایک ہی زبان، ایک ہی قوم، ایک ہی ثقافت، کی حامل آبادی بھی اپنی ہم قوم کے ساتھ ظلم وزیادتی کا حصہ بن گئی ہے۔ یہ سب کچھ ریاست کے غیر مسلم برادریوں کے متعلق رویوں کا نتیجہ ہے۔ حالات اس سطح تک پہنچ گئے ہیں کہ غیر مسلم برادریوں کے ساتھ ساتھ ایک ہی مذہب میں مسلک کے فرق کی وجہ سے احمدی آبادی کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے جبکہ شیعہ آبادی کی قتل وغارت گری بھی جاری ہے۔ اس سلسلے میں توہین مذہب کے قانون نے سماج میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کیا ہے۔ جنرل ضیاالحق کے دور میں اس آرڈیننس کو آئین کا حصہ بنانے کے نتیجے میں اس کا استعمال عمومی طور پر غلط ہوا ہے۔ اور خود مسلم آبادی بھی اسکی لپیٹ میں ہے۔ ریاست کا یہ رویہ مزید جاری رہا تو پاکستان خانہ جنگی کا شکار ہوجائے گا۔ ہماری پارٹی ملک کے شہریوں کی مذہب، مسلک یا جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک کے خلاف ہے اور اس کے خلاف ہر سطح پر جدوجہد کرے گی۔

پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات:

پاکستان اپنے قیام کے تھوڑے ہی عرصے بعد امریکی سامراجی کیمپ کا حصہ بن گیا۔ امریکا نے پاکستان کو اپنے اسٹریٹجک مفادات کیلئے محور بنالیا۔ پاکستان کا جغرافیائی محل وقوع کچھ اس اہمیت کا حامل ہے کہ چار ممالک سے سرحدیں ملتی ہیں اور تھوڑے ہی فاصلے پر گلگت

Scanned with CamScanner

کے بارڈر پر سابق سوویت ریاست تاجکستان سے بھی سرحدیں ملتی ہیں۔ جب کہ جنوب میں بلوچستان اور سندھ کے ساتھ بہت بڑا ساحل سمندر ہے۔ جہاں پر بحر عرب اور بحر ہند واقع ہیں۔ اس وجہ سے شروع کے زمانے میں پاکستان امریکی مفادات کے تحت سوویت یونین اور اس کے دوست ممالک انڈیا اور افغانستان کے ساتھ حالت جنگ میں رہا۔ چین سے بعد میں تعلقات بہتر ہو گئے لیکن افغانستان اور انڈیا کے متعلق پاکستان امریکی مفادات کے تحت ہمیشہ تضاد میں رہا۔ انڈیا کو توڑ کر پاکستان وجود میں آیا تھا۔ اس وجہ سے دونوں طرف کے حکمرانوں میں برصغیر کی تقسیم کی یادیں رستے ہوئے زخم کی شکل اختیار کر گئیں۔ جس پر نمک امریکہ نے ڈالا۔ کیوں کہ انڈیا اپنی آزاد خارجہ پالیسی اور سوویت یونین سے دوستی کی وجہ سے امریکا کیلئے خطے میں ایک خطرہ بنا ہوا تھا۔ افغانستان میں انقلابی حکومت قائم ہونے کے بعد امریکا نے جس طرح کی کھلی جنگ شروع کرائی۔ اس کے نتیجے میں افغانستان سے متعلق پاکستان کی عسکری و خارجہ پالیسی اسٹریٹجک ڈیپتھ کی حیثیت اختیار کر گئی۔ انقلابی حکومت کے ختم ہونے کے بعد تو پاکستان نے افغانستان کو اپنا صوبہ سمجھنا شروع کیا۔ امریکا اور پاکستان کی اس پارٹنرشپ کی تاریخ ایک طویل عرصے پر محیط ہے۔

اب حالات بدل چکے ہیں۔ سوویت یونین اور سوشلسٹ بلاک نہیں رہا۔ انڈیا نے امریکا کے ساتھ بہت گہرے تعلقات پیدا کر لیے ہیں۔ افغانستان میں دنیا کے نئے سامراجی مراکز اور امریکی سامراج کے درمیان قدرتی وسائل اور اسٹریٹجک مفاد کیلئے جنگ نئی شکل اختیار کر چکی ہے۔ پاکستان کے چین اور روس کے ساتھ بہتر اور گہرے تعلقات پیدا ہو چکے ہیں۔ ایسے حالات میں اب یہ ممکن نہیں رہا کہ پاکستان سرد جنگ کی طرح کی خارجہ پالیسی قائم رکھ سکے۔ پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات بھی اب اس طرح کے نہیں رکھے جا سکتے۔ اسی طرح پاکستان میں

Scanned with CamScanner

جنگجو لشکروں کو تعاون اور آشیر واد دینا بھی ممکن نہیں رہا خاص طور پر شنگھائی تعاون کونسل کی ممبر شپ حاصل کرنے کے بعد حالات بالکل بدل چکے ہیں۔

ان نئے حالات کا ادراک کرتے ہوئے پاکستان کو افغانستان میں مداخلت کاری اور اس کیلئے پراکسیز وار کو پارٹنرشپ مہیا کرنے کی پالیسی تبدیل کرنی چاہیے۔ اسی طرح انڈیا کے ساتھ بھی پرامن بقائے باہم کی بنیاد پر تعلقات کو بہتر کرنا چاہیے۔ سرد جنگ کی پالیسی اور کشمیر کی پالیسی میں تبدیلی کر کے کشمیر اور انڈیا میں تخریب کاری کرنے والی قوتوں کو روکنا چاہیے۔ پاکستان اور انڈیا مشترکہ تاریخ اور نسلی ہم آہنگی رکھنے والے ممالک ہیں۔ دونوں ملکوں کے عوام برصغیر کی تقسیم کے وقت کی پرانی نفرتوں کو بھلا چکے ہیں اب دوستی، ثقافتی تعلقات اور تجارت کو فروغ دینا چاہیے۔ پاکستان نے امریکی مفادات یا بنیاد پرست قوتوں کی من گھڑت خواہشوں کے تابع ہو کر جو بربادی کی ہے وہ اب صاف طور پر نظر آ رہی ہے۔ جبکہ انڈیا نے اس کے مقابلے میں بعض امور میں ترقی کی ہے۔ ان حالات کا ادراک کرتے ہوئے پاکستان کو تمام پڑوسی ممالک کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو استوار کرنا چاہیے۔

ماحولیات:

ماحولیاتی تبدیلیوں کی شدت میں اضافہ بدستور جاری ہے۔ اس کے نتیجے میں کرہ ارض اور اس پر موجود حیوانات و نباتات، کو خطرے بڑھتے جا رہے ہیں۔ پارٹی کی آٹھویں کانگریس کی دستاویز میں اس کے متعلق جو تجزیہ کیا گیا تھا۔ اس وقت سے لیکر نومبر 2015 میں اقوام متحدہ کی طرف سے عالمی ماحولیات کے تحفظ کی پیرس کانفرنس نے مزید تصدیق کی ہے۔ آٹھویں کانگریس کی دستاویز میں کہا گیا تھا کہ "فطرت کے بے جا استعمال و استحصال اور منافع کی لالچ میں بے پروا ہو کر صنعتی دور نے دنیا میں ایسی ماحولیاتی تبدیلیوں کی ابتدا کی ہے کہ اگر ان کے بارے میں سنجیدگی سے غور نہ کیا گیا تو کرہ ارض پر زندگی کے وجود کو ہی خطرہ لاحق ہو جائیگا۔ اس

Scanned with CamScanner

صورتحال کا ذمے دار سرمایہ دارانہ نظام ہے۔" یہ صورتحال مزید تشویشناک ہوگئی ہے۔ نومبر کی پیرس کانفرنس نے یہ خطرہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اگر گرین ہاؤس گیسوں کو نہیں روکا گیا اور صنعتی فضلہ جات کو دریاؤں اور سمندر میں بہانے کا سلسلہ یونہی جاری رہا تو اس صدی میں دنیا کا درجہ حرارت 2 سے 5 ڈگری سینٹی گریڈ تک بڑھ جائے گا۔ جبکہ گذشتہ صدی میں درجہ حرارت میں 6.0 ڈگری سینٹی گریڈ کا اضافہ ہوا ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور میتھن گیس کے اخراج کے نتیجے میں فضائی آلودگی ماحولیات کو مزید تباہ کر رہی ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک جو اس سے متاثر ہونے لگے ہیں وہاں پر موسمی تبدیلیاں تیز ہوگئی ہیں۔ ڈنمارک جیسے ملک میں دسمبر اور جنوری میں درجہ حرارت جو منفی سطح پر چلا جاتا تھا نومبر تک بھی مثبت 10 ڈگری سینٹی گریڈ سے اوپر موجود ہے۔ امریکا اور یورپ کے کئی ممالک میں سمندری برفانی طوفانوں نے تباہی مچائی ہوئی ہے۔ جبکہ سعودی عرب جیسے صحرائی ممالک میں بارشیں حد سے زیادہ ہونے لگی ہیں۔ گلیشیئر پگھلنے لگے ہیں، سمندر کی سطح میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ صحراؤں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان بھی ان موسمیاتی تبدیلیوں کی زد میں ہے۔ ماحولیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ آئندہ 50 سالوں میں سطح سمندر میں اتنا اضافہ ہو جائے گا کہ ساحل سمندر کے قریب شہر، جیسا کہ کراچی، سمندر برد ہو جائیں گے۔

ماحولیات کی ان تبدیلیوں کو روکنے کیلئے گرین ہاؤس گیسوں کو روکنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں کیوٹو پروٹوکول معاہدہ موجود ہے۔ لیکن سب سے زیادہ آلودگی پیدا کرنے والے ممالک جیسا کہ امریکا اس پر عمل درآمد کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ نہ ٹیکنالوجی کو تبدیل کیا جا رہا ہے اور نہ ہی ترقی یافتہ سرمائیدار ممالک اس پر سرمایہ صرف کرنے کیلئے تیار ہیں۔ توانائی کے متبادل ذرائع جس میں شمسی اور ہوائی توانائی شامل ہے کو فروغ نہیں دیا جا رہا بلکہ توانائی میں کوئلے کے استعمال کو بڑھایا جا رہا ہے۔ اس طرح جنگوں میں استعمال ہونے والے بارود کے

Scanned with CamScanner

نتیجے میں ماحولیات کو پہنچنے والے نقصان پر بھی کوئی توجہ نہیں دی جارہی۔ اس وجہ سے سرمایہ داری سامراجی نظام اب صرف محنت کے استحصال کے سلسلے میں غیر انسانی رویئے کا موجب نہیں ہے بلکہ پوری فطرت کی تباہی کا باعث بن رہا ہے۔ اس وجہ سے سرمایہ داری نظام کے خاتمے کیلئے وسیع تحریک کو جنم دینے کی ضرورت ہے۔ فطرت کے بے دریغ استعمال کی وجہ سے ہونے والی تباہی کو روکنے کیلئے ٹیکنالوجی کو تبدیل کرنے، صنعتی فضلے کو معقول انداز سے ٹھکانے لگانے کے ساتھ ساتھ کوئلے کو ایندھن کے طور پر استعمال کرنے سے گریز کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ شجرکاری کو بڑھا کر فطرت دوست ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کمیونسٹوں کو اس سلسلے میں پوری انسانیت کو آگاہی دے کر سرمانیداری نظام کے فطرت دشمن پہلو کو مزید اجاگر کرنا چاہیے۔

این جی اوز کے بارے میں رویہ:

این۔ جی۔ اوز کا کام بظاہر سماج میں فلاح و بہبود و شعور و آگہی پیدا کرنا بتایا جاتا ہے۔ لیکن آج کے دور میں زیادہ تر این۔ جی۔ اوز کا کردار، جو خاص طور پر بڑے سرمایہ دار اداروں کی مالی اعانت سے چل رہی ہیں، فلاحی سے زیادہ سامراجی مقاصد کی تکمیل ہے۔ جس طرح آٹھویں کانگریس کے دستاویز میں کہا گیا ہے کہ سرد جنگ کے زمانے میں سامراج نے این جی اوز کو اپنے مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کرنے کی پالیسی مرتب کی اور خاص طور پر سوویت یونین میں رد انقلاب کی کامیابی کے بعد جب محنت کش طبقے کی ریاست بکھر گئی اور عالمی طور پر بددلی اور مایوسی پیدا ہوئی تو سامراج نے ان بددل اور مایوس عناصر کو دوبارہ کسی انقلابی عمل کی طرف جانے سے روکنے کیلئے این جی اوز کا تانہ بانہ بڑے پیمانے پر پھیلانا شروع کیا۔ ان پر اربوں ڈالر صرف کیے گئے"۔ انہوں نے اس عمل میں کافی کامیابی بھی حاصل کی۔ جس طرح اس دستاویز میں کہا گیا ہے۔" این جی اوز کے ادارے بدعنوانی کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ سماج میں موجود باشعور اور ذہنی

Scanned with CamScanner

طور پر تیز لوگوں کو بڑی تنخواہیں اور الاؤنس دے کر این جی اوز کے ساتھ منسلک کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں سماج ذہین لوگوں کی ایک کثیر تعداد سے محروم ہو گیا اور یہ سامراجی مقاصد کیلئے کام کرنے لگے۔ سیاسی پارٹیاں کمزور اور این جی اوز طاقتور ہو گئیں۔" اس وقت پاکستان میں تمام مذہبی جماعتوں، جہادی تنظیموں اور مدرسوں کیلئے غیر ممالک سے آنے والا فنڈ بھی این جی اوز کی معرفت آرہا ہے۔ این جی اوز کا کردار اب ڈھکا چھپا نہیں رہا۔ سماج میں ان کے خلاف نفرت پھیلتی جارہی ہے۔ انقلابی پارٹیاں پہلے ہی ان کے کردار سے واقف تھیں۔ اس وجہ سے این جی اوز نے اب سول سوسائٹی کا نقاب اوڑھنا شروع کیا ہے۔ اس کے باوجود انقلابی تحرک کو روکنے کے سلسلے میں ان کا کردار عیاں ہے۔ پارٹی کی 2002 کی کانگریس سے لیکر این جی اوز کے متعلق یہ رویہ متعین ہے۔ لیکن اسی کانگریس میں استثنا کے

طور پر ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائیٹس کمیشن آف پاکستان کے متعلق رویے میں نرمی رکھ کر طے کیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ تعاون اور تعلقات پیدا کرنے چاہئیں۔ وہ موقف آج بھی درست ہے اس کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

نتائج:

ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ مراکز کی شرح ترقی کی رفتار میں جو کمی آئی تھی اب اس میں بظاہر استحکام آیا ہے۔ ان ممالک نے اپنے بحران کو حل کرنے کیلئے سارا بوجھ ایک طرف اپنے ملکوں کے عوام پر ڈال دیا تو دوسری طرف ترقی پذیر ممالک کی بڑے پیمانے پر لوٹ مار کر کے ان کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ ترقی یافتہ مراکز میں مہنگائی میں اضافہ کیا گیا۔ خدمات کے شعبوں، تنخواہوں اور پینشن میں نہ صرف اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ ان میں کٹوتیاں کی گئی ہیں۔ یورپی سامراجی ممالک نے تو یورپ کی درمیانی سطح پر کھڑی معیشتوں کو ہڑپ کرنا شروع کر دیا ہے۔ تعلیم، صحت اور ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ بیروزگاری میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

یونان، پرتگال، اسپین، اٹلی اور آئرلینڈ کی معیشتوں کو یورپی سامراجی کمپنیاں ہڑپ کر گئیں ہیں۔ جس وجہ سے ان ممالک میں غربت اور مفلسی و بیروزگاری میں بے انتہا اضافہ ہو گیا ہے۔ باقی ترقی پذیر ممالک کے حکمرانوں کو بدعنوانی اور دولت کی لالچ میں مبتلا کر کے پیداواری شعبہ کو بحران میں مبتلا کر دیا۔ بے انتہا قرضوں میں جکڑ لیا عوام کے سرمائے سے بنائے گے ملکی اداروں کی نجکاری کر کے لوٹ سیل لگائی گئی۔

اسی طرح ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے تیل، گیس اور دوسری معدنیات پر سامراجی ممالک نے قبضہ حاصل کر لیا۔ ترقی پذیر ممالک میں مستحکم معیشتوں والی قومی ریاستوں کو خون خوار دہشت گردوں کی مدد سے انتشار کا شکار کیا گیا ہے۔ ان قوتوں کو مدد دینے کیلئے نیٹو کی فوجی کاروائیاں بھی کی گئیں۔ ان ممالک کے حکمرانوں کو بیدردی سے قتل کیا گیا ایسے حالات پیدا کر کے ان کے اثاثوں اور معدنیات کو بے دریغ لوٹا گیا۔ لیبیا، عراق اور شام کے عوام جو کسی حد تک خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کو معاشی اور سماجی بحران کا شکار کر دیا گیا۔ ترقی پذیر ممالک سے دولت تیزی سے سامراجی مراکز کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں دنیا کی آبادی کا 60 فیصد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

درج بالا حالات کے خلاف قوموں کی مزاحمت اور مفلسی کا شکار کچلے ہوئے طبقات کے جذبات سامراج اور سامراجی سرمائے کے خلاف زبردست تحریک کی شکل اختیار کر سکتے تھے لیکن سامراج نے ترقی یافتہ مراکز میں نسلی منافرت اور مسلمانوں کے خلاف نفرت بڑھا کر تضاد کا رخ کسی حد تک موڑ دیا ہے۔ مسلمانوں کو مشتعل کرنے اور ان کو دہشت گردی کی طرف راغب کرنے کے لئے پیغمبر کے کارٹون اور ان کی زندگی پر تمسخرانہ تحریریں شائع کرائی گئیں دوسری طرف مذہبی سیاسی پارٹیوں، شدت پسند تنظیموں، مدراس اور تبلیغی کام کرنے والی جماعتوں کو انتہا پسندی پھیلانے کے لئے مختلف ذرائع سے فنڈ مہیا کئے گئے نتیجتاً مسلمان مشتعل ہو کر

Scanned with CamScanner

اپنے ممالک اور یورپ وامریکا میں دہشت گرد کاروائیاں کرنے لگے۔جس سے ان ممالک کے عوام میں خوف اور نسل پرستی کا رجحان مزید مضبوط ہوا۔اس کے نتیجے میں ان ممالک میں معاشی و سماجی بحرانوں کی وجہ سے جو انقلابی تحریکیں پیدا ہوسکتی تھیں وہ نہیں پیدا ہوسکیں۔اسی طرح ترقی پذیر ممالک میں قومی معیشتوں کو توڑ کر استحصال کی جو نئی شکلیں پیدا ہوئی تھیں ان کے خلاف سماجی وسیاسی اور قومی تحریکیں شدت سے ابھرنی چاہیے تھیں وہاں پر بھی مذہبی ومسلکی تضادات کی طرح رخ موڑ کر خانہ جنگی کی شکل اختیار کرگئی۔آج لیبیا اور عراق کی عوام اپنے قومی استحصال کے خلاف لڑنے کی بجائے مسلک کی بنیاد پر ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہی ہے مشرق وسطیٰ اور افریقہ کا خطہ مسلکی اور نسلی بنیاد پر انتشار کا شکار ہوکر خونخوار خانہ جنگی کی لپیٹ میں ہے۔

وہ ترقی پذیر ممالک جن کے حکمران پہلے ہی عالمی سامراج کے گماشتے تھے وہاں پر بھی سماج نسلی اور مسلکی تقسیم کا شکار ہیں عالمی سامراج ان کے گماشتہ سرمایہ دار، جاگیردار، ملٹری وسول بیوروکریسی سب ملکر عوام کو لوٹ رہے ہیں ان حالات میں دنیا کی کمیونسٹ اور ورکرز پارٹیوں کے لئے طبقاتی جنگ کے حالات بہت کٹھن ہوچکے ہیں بہرحال اس کے باوجود ہم سب کے لئے ان حالات کا ادراک کرتے ہوئے نئی حکمت عملیاں ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔کچھ ممالک کی کمیونسٹ پارٹیاں نئے تجربات کرکے حالات کا رخ بدلنے کی کوششوں میں مصروف ہیں ہمیں ان کے تجربات سے سیکھتے اور اپنے حالات کے مطابق نئی حکمت عملیاں بنانی چاہیں پاکستان میں نجکاری کا عمل زور وشور سے جاری ہے۔روزگار کے وسائل محدود سے محدود تر ہوگئے ہیں سرکاری شعبے کی تعلیم کا معیار گر چکا ہے نجی شعبے میں تعلیم کے نام پر کاروبار عروج پر پہنچ گیا ہے ،سرکاری شعبے میں علاج معالجے کی سہولتیں اس حد تک گر چکی ہے کہ کوئی بھی شہری اس سے فائدہ حاصل کرنے کے قابل نہیں رہا نجی شعبے کی ہسپتالیں اپنا کاروبار بڑھاتی جارہی ہیں سرکاری تعلیمی ادارے اور ہسپتالیں نجکاری کی نذر کی جارہی ہیں مزدوروں کی تنخواہیں حکومت کی طرف سے

Scanned with CamScanner

مقرر کی گئی کم از کم تنخواہ سے بھی کم دی جا رہی ہیں۔ نجی شعبہ تو درکنار سرکاری اداروں میں روزانہ اجرت اور ٹھیکیداری کے تحت کام کرنے والے مزدوروں کو بھی وہ اجرت نہیں دی جا رہی۔

کسانوں کی حالت تو مزدوروں سے بھی ابتر ہے۔ بڑے بڑے جاگیردار چھوٹے زمینداروں کو نہری پانی سے محروم کیے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے لاکھوں ایکڑ زمینیں بنجر پڑی ہیں۔ زرعی پیداوار میں استعمال ہونے والی چیزوں یعنی بیج، کھاد، زرعی ادویات اور مشینری کی قیمتیں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ جبکہ زرعی پیداوار کی قیمتیں کم ہوتی جا رہی ہیں۔ حکومت کی طرف سے سبسڈی یا سپورٹنگ پرائس نہیں دی جا رہی الٹا مقرر کردہ زرعی اجناس کے نرخ بھی نہیں دیئے جا رہے۔ حکومت نے منڈی کی قوتوں کو بے لگام کر دیا ہے۔ اس وجہ سے زرعی شعبہ زبوں حالی کا شکار ہے۔ زراعت سے وابستہ آبادی مفلسی کی گہرائیوں میں دھنستی جا رہی ہے۔ حکمران طبقہ جاگیردار ہونے کی وجہ سے کسی نہ کسی شکل میں بنکوں اور سرکاری خزانے کو لوٹ کر ٹھاٹ بھاٹھ کی زندگی گذار رہا ہے۔ لیکن باری اپنے خاندانوں کو بیچ رہے ہیں یا خودکشیاں کر رہے ہیں۔ کاشت کار اپنی زمینیں وڈیروں کو فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ ملک کے حکمراں طبقات، عالمی سامراج اور افسر شاہی مل کر محروم طبقات کا استحصال کر رہے ہیں۔ لیکن چھوٹے صوبوں خاص طور پر بلوچستان اور سندھ کے عوام کی پہلے سے بھی زیادہ لوٹ مار کی جا رہی ہے۔ دونوں صوبوں میں بے انتہا قدرتی وسائل ہونے کے باوجود پورے ملک میں غربت اور مفلسی بھی انھی صوبوں میں سب سے زیادہ ہے۔ بلوچستان میں معمولی نہری نظام ہے لیکن سندھ میں توجدید ترین نہری نظام ہونے کے باوجود عوام غربت کا شکار ہیں۔ اس قومی استحصال کے خلاف جدوجہد کرنے والی قوتوں کو فاشسٹ انداز سے کچلا جا رہا ہے۔ بلوچستان میں فوجی آپریشن شروع تو جنرل مشرف کے زمانے میں ہوا لیکن پیپلز پارٹی کے پانچ اور نواز شریف کے تین سالہ دور حکمرانی میں بھی اسی شدت کے ساتھ جاری ہے۔ ملک کے سیاسی نظام میں حکومت اور حزب

Scanned with CamScanner

اختلاف میں موجود قوتوں کی بدعنوانی، بدانتظامی اور کوتاہ اندیشی کی وجہ سے عوام کا ان پر اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فوجی اشرافیہ نے در پردہ تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں اس وجہ سے ساری تنقید اور لعن طعن کا نشانہ بننے کیلئے منتخب حکومتیں موجود ہیں جبکہ فی الحقیقت تمام اختیارات فوج کے پاس ہیں۔ میڈیا کے اداروں کی معرفت سیاسی قوتوں کو عوام میں بدنام کرتے ہوئے فوج نے سیدھی حکمرانی حاصل کرنے کیلئے ماحول سازگار بنالیا ہے۔ حکمران طبقات کے سیاستدانوں کی نااہلیوں کی وجہ سے یہ خطرناک صورتحال بن چکی ہے کہ فوج کسی وقت بھی اقتدار پر قبضہ کرسکتی ہے۔ لیکن عالمی منظرنامے کی وجہ سے فوج کا یہ قدم خودکشی کے مترادف ہوگا۔

فرائض اور حکمت عملی:

پاکستان کے عوام کی خوشحالی، محنت کش طبقات کے حقوق کے تحفظ اور ملک میں سوشلسٹ انقلاب برپا کرنے کیلئے موجودہ معاشی، سماجی و سیاسی ڈھانچے کو مدنظر رکھتے ہوئے پہلے درج ذیل فرائض پورے کرنے ہوں گے۔

1. عالمی سامراجی نظام خاص طور پر عالمی مالیاتی نظام کی یلغار اور دنیا میں ایک نئی قسم کے نوآبادیاتی نظام قائم کرنے کی کوششوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ سامراج کے معاشی، سیاسی اثرات سے نکلے بغیر نہ سیاسی نظام میں درستگی آئے گی نہ معاشی استحکام قائم ہوگا۔ سامراج کی نیولبرل ازم کے تحت ہونے والی نجکاری کو روکنا ہوگا۔ ریاستی شعبے میں پیداواری اور خدمات کے شعبوں کو فروغ دینا ہوگا۔

2. سامراج کی حکمت عملی کے تحت پھیلائے گئے مذہبی تعصّبات اور مسلکی تضادات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ملک کے ریاستی ڈھانچے کی بنیادیں مذہبی سے سیکولر بنانی ہونگی۔ بیرونی سرمایہ کاری سے مذہبی شدت پسندی کے رجحانات پھیلانے والے اداروں کو روکنا ہوگا۔ تعلیمی نصاب کو

Scanned with CamScanner

جدید تقاضوں کے مطابق ترتیب دینا ہوگا۔ مذہب اور عقیدے کو ہر انسان کا انفرادی عمل سمجھتے ہوئے ہر فرد کو آزادی ہوگی کہ وہ جو مذہب یا مسلک بھی اختیار کرے۔ لیکن سماج میں تعصبات پیدا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ریاستی معاملات اور سیاست میں مذہب کے عمل دخل کو روکا جائے گا۔

3. ملک کا فوجی ادارہ اندرونی و بیرونی خطرات سے ملک کو محفوظ رکھنے کیلئے ہوتا ہے۔ اس کیلئے عوام بے انتہا غربت میں بھی ان کے اخراجات کا بوجھ اٹھاتے ہے۔ اس وجہ سے اس ادارے کو کاروباری معاملات سے الگ رہنا چاہیے۔ فوج کے تینوں شعبوں کی کاروباری سرگرمیوں کو روکا جائے گا۔ یہ معاشی مفادات ہی ہیں جس وجہ سے جرنیل جہاد بزنس میں ملوث ہوجاتے ہیں اور ریاستی معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔ آخر کار اقتدار پر قبضے کی انہیں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس وجہ سے فوج کو صرف سیکیورٹی مقاصد تک محدود کیا جائے گا اور کاروباری، سیاسی و ریاستی معاملات سے ان کو الگ کیا جائے گا۔

4. معاشی معنوں میں تقریباً پوری دنیا میں جاگیردارانہ نظام ٹوٹ چکا ہے۔ جبکہ سماجی اور سیاسی حوالے سے جاگیردارانہ ڈھانچہ اب بھی قائم ہے اور پاکستان میں تو زیادہ طاقتور ہوا ہے۔ پہلے فوجی حکومتیں جاگیردارانہ سماجی سیاسی ڈھانچے کو مضبوط کرتی تھیں لیکن اب سیاسی حکومتیں آمریتی دور سے زیادہ طاقت سے جاگیردارانہ سماج کو مضبوط کر چکی ہیں۔ ملک میں جاگیردارانہ کلچر اتنا پختہ ہوا ہے کہ شہری سرمایہ دار اور شہری درمیانہ طبقہ بھی اس کلچر کا شکار ہوگیا ہے۔ اس وجہ سے جاگیردارانہ سماجی رشتوں کو توڑنے کیلئے ان کے سیاسی اثر کو توڑنا ہوگا۔ جاگیرداری کے خلاف بھرپور جدوجہد کرنی ہوگی۔

5. پاکستان میں طبقاتی جبر کے ساتھ ساتھ قومی جبر بھی انتہاؤں کو پہنچ چکا ہے لہذا پاکستان میں بسنے والی تمام قوموں کو حق خود اختیاری دلا کر انہیں معاشی و سیاسی خود اختیاری دلانی ہوگی۔

Scanned with CamScanner

قومی حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والی منفی قوتوں اور نسلی عصبیت کو بڑھاوا دینے والی قوتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

درج بالا فرائض و اہداف حاصل کرنے کیلئے پہلی ترجیح یہ ہوگی کہ مزدوروں اور کسانوں میں طبقاتی شعور پیدا کر کے، انہیں منظم کر کے پارٹی اور اس کے عوامی محاذوں کے ساتھ جوڑ کر طبقاتی جدوجہد کو تیز کرنا ہوگا۔ مظلوم قوموں کے حقوق اور طبقاتی جدوجہد کو باہم مربوط کرنا ہوگا۔

درج بالا اہداف کو حاصل کرنے کیلئے طبقاتی جدوجہد تیز کرنی ہوگی۔ یہ پارٹی کی بنیادی اور ترجیحی حکمت عملی ہوگی۔

1. مزدوروں، کسانوں، سماج کے ملازم پیشہ حصے، خواتین، طلبہ، غیر مسلم برادریوں اور مظلوم قوموں کی ترقی پسند قوتوں کا متحدہ محاذ تشکیل دینا ہوگا۔ اس متحدہ محاذ کی معرفت سامراجی سرمائے خاص طور پر عالمی مالیاتی سرمائے اور کثیر القومی کمپنیوں کے استحصال اور ملکی معاملات میں مداخلت کو ختم کرنا ہوگا۔ عوامی مفادات اور ملکی ترقی کیلئے پالیسیاں ترتیب دینی ہوں گی۔ خارجہ پالیسی ملکی مفادات کے تحت از سر نو تشکیل دینا ہوگی۔
2. جمہوری اداروں کو طاقتور کرنے، حقیقی عوامی جمہوریت کے قیام کیلئے نوکر شاہی، خاص طور پر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی سیاسی معاملات میں مداخلت، ان کی معاشی و کاروباری سرگرمیوں کو ختم کرنے کیلئے متحدہ محاذ تشکیل دینا ہوگا۔ اس محاذ میں مظلوم قوموں کے نمائندوں اور حکمران طبقات کے جمہوری حصوں کو جوڑنا ہوگا۔
3. ملک کو سیکولر جمہوری ریاست بنانے کیلئے تمام سیکولر قوتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا ہوگا۔
4. ملک میں جاگیردارانہ سیاسی و سماجی نظام کی باقیات کو توڑنے اور جاگیردارانہ پیداواری رشتوں کو ختم کر کے صنعتی ترقی کو فروغ دینے کیلئے جاگیردار مخالف متحدہ محاذ منظم کرنا ہوگا۔

Scanned with CamScanner

سے جتنی بجلی پیدا ہو رہی ہے۔ اس پر صوبے کا کوئی اختیار نہیں۔ سندھ اور بلوچستان میں تیل ،گیس، کوئلے اور قیمتی معدنیات کے ساتھ ساتھ ساحل سمندر کی وجہ سے ہزاروں میگاواٹ انرجی پیدا کرنے کیلئے سازگار محل وقوع رکھتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ غربت اور مفلسی بھی ان دو صوبوں میں ہے۔ قومی حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والی قوتوں کو علیحدگی پسند اور غیر ملکی ایجنٹ قرار دے کر کچلا جا رہا ہے۔ بلوچستان میں فوجی آپریشن نے بلوچوں کی زندگی عذاب میں مبتلا کر دی ہے۔ کئی بلوچ نوجوانوں کو اغوا کر کے تشدد زدہ قتل کی ہوئی لاشیں ویران جگہوں میں پھینک کر انہیں خاموش کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور تو اور اجتماعی قبروں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے اور جہازوں سے بمباری کی جا رہی ہے سیاسی کارکنوں کے اغوا کا سلسلہ سندھ میں بھی کافی عرصے سے شروع ہو چکا ہے۔ دونوں صوبوں میں کئی مائیں اور بہنیں اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی لاشوں پر نوحہ کناں ہیں۔ پاکستانی ریاست خاص طور پر فوجی اسٹیبلشمنٹ کے ان فاشسٹ رویوں کے نتیجے میں ملک مضبوط نہیں بلکہ کھوکھلا ہوتا جا رہا ہے۔ ملک عوام کی ہمدردیوں اور وفاداریوں سے مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔ عوام کی نفرتوں سے ملک کمزور ہوتا ہے۔

پارٹی سمجھتی ہے کہ پاکستان کو ایک رضا کارانہ وفاق بنایا جائے۔ قوموں کا حق خود اختیاری تسلیم کیا جائے۔ تمام قوموں کی زبانوں کو قومی زبان کا درجہ دیا جائے جبکہ اردو اور انگریزی کو رابطے کی زبانیں قرار دیا جائے۔ قدرتی وسائل اور بندرگاہوں پر ان کا حق حاکمیت تسلیم کیا جائے۔ صوبوں کو تمام ملازمتوں میں آبادی کے تناسب سے حصہ دیا جائے۔ انہیں مالیاتی خودمختاری دی جائے۔ فوجی افسر شاہی میں سینیٹ کی طرح قوموں کو نمائندگی دی جائے۔ پاکستان میں موجود تمام قوموں کی قومی حیثیت کو تسلیم کر کے ملکی معاملات میں ان کی رائے شامل کی جائے۔ خارجہ، دفاع، ریلوے کے علاوہ تمام محکمے صوبوں کے حوالے کیے جائیں۔ رضا

Scanned with CamScanner

قومی حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والی منفی قوتوں اور نسلی عصبیت کو بڑھاوا دینے والی قوتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

درج بالا فرائض و اہداف حاصل کرنے کیلئے پہلی ترجیح یہ ہوگی کہ مزدوروں اور کسانوں میں طبقاتی شعور پیدا کر کے، انہیں منظم کر کے پارٹی اور اس کے عوامی محاذوں کے ساتھ جوڑ کر طبقاتی جدوجہد کو تیز کرنا ہوگا۔ مظلوم قوموں کے حقوق اور طبقاتی جدوجہد کو باہم مربوط کرنا ہوگا۔

درج بالا اہداف کو حاصل کرنے کیلئے طبقاتی جدوجہد تیز کرنی ہوگی۔ یہ پارٹی کی بنیادی اور ترجیحی حکمت عملی ہوگی۔

1. مزدوروں، کسانوں، سماج کے ملازم پیشہ حصے، خواتین، طلبہ، غیر مسلم برادریوں اور مظلوم قوموں کی ترقی پسند قوتوں کا متحدہ محاذ تشکیل دینا ہوگا۔ اس متحدہ محاذ کی معرفت سامراجی سرمائے خاص طور پر عالمی مالیاتی سرمائے اور کثیر القومی کمپنیوں کے استحصال اور ملکی معاملات میں مداخلت کو ختم کرنا ہوگا۔ عوامی مفادات اور ملکی ترقی کیلئے پالیسیاں ترتیب دینی ہوں گی۔ خارجہ پالیسی ملکی مفادات کے تحت ازسرنو تشکیل دینا ہوگی۔
2. جمہوری اداروں کو طاقتور کرنے، حقیقی عوامی جمہوریت کے قیام کیلئے نوکر شاہی، خاص طور پر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی سیاسی معاملات میں مداخلت، ان کی معاشی و کاروباری سرگرمیوں کو ختم کرنے کیلئے متحدہ محاذ تشکیل دینا ہوگا۔ اس محاذ میں مظلوم قوموں کے نمائندوں اور حکمران طبقات کے جمہوری حصوں کو جوڑنا ہوگا۔
3. ملک کو سیکولر جمہوری ریاست بنانے کیلئے تمام سیکولر قوتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا ہوگا۔
4. ملک میں جاگیردارانہ سیاسی و سماجی نظام کی باقیات کو توڑنے اور جاگیردارانہ پیداواری رشتوں کو ختم کر کے صنعتی ترقی کو فروغ دینے کیلئے جاگیردار مخالف متحدہ محاذ منظم کرنا ہوگا۔

Scanned with CamScanner

ان متحدہ محاذوں میں مختلف اہداف کیلئے سماج کی مختلف قوتیں ہماری مددگار ہوسکتی ہیں۔ کسی متحدہ محاذ میں سیاسی پارٹیوں کا اتحاد ہوگا تو کسی متحدہ محاذ میں سیاسی قوتوں کے ساتھ ساتھ پروفیشنل تنظیموں اور ٹریڈ یونینز کو ساتھ ملانا ہوگا۔ ہر متحدہ محاذ کی نوعیت مختلف طرح کی ہوگی۔ یہ بات ذہن میں ضرور رکھنی چاہیے کہ جب تک پارٹی اور پارٹی کے عوامی محاذ طاقتور نہیں ہوں گے تب تک ان متحدہ محاذوں میں ہماری پارٹی مرکزے (نیوکلیس) کا کردار ادا نہیں کر سکے گی۔ کمزور حیثیت میں مختلف اہداف کے حصول کیلئے پاکستان کے مخصوص حالات میں ان محاذوں میں اتحادی قوتوں کو متحد کرنا ناممکن ہوگا۔ اس وجہ سے ہمیں اپنی بنیادی سیاسی قوتوں میں ہی انقلابی کام پر بھروسہ کرنا ہوگا۔

ہماری انقلابی جدوجہد سماج کے دوسرے حصوں کو ہمارے ساتھ متحدہ محاذ بنانے پر آمادہ کر سکے گی۔ موجودہ حالات میں کوئی ایک قوت سماج کی فرسودہ قوتوں اور سامراج سے نجات حاصل نہیں کرسکتی۔ اس لیے عوام کے روزمرہ مسائل پر مزدوروں، کسانوں کی ٹریڈ یونینوں کی طرح جدوجہد کرنی ہوگی۔

یہ واضح ہونا ضروری ہے کہ کسی بڑی عوامی بغاوت کے بغیر نظام کی تبدیلی ناممکن ہے۔ اس کام کیلئے منظم کیڈر پارٹی انتہائی ضروری ہے۔ ان حکمت عملیوں کے ذریعے نظام کی تبدیلی کے مقاصد حاصل کرنے کیلئے بنیادی طور پر سیاسی راستہ اختیار کیا جائے گا۔ انتخابی عمل میں حصہ لینا بھی اس سیاسی عمل کا حصہ ہوگا۔ انتخابات اور اس کے نتیجے میں بننے والے سرمایہ دارانہ، جاگیردارانہ جمہوری ادارے نظام کی تبدیلی میں کوئی محرک کردار ادا نہیں کر سکتے۔ انتخابات میں حصہ لینے سے عوام کے سیاسی شعور میں اضافہ کرنے کیلئے موقعہ مہیا ہوتا ہے۔ خود اپنے پارٹی کیڈر کی تربیت بھی ہوتی ہے اور عوام میں اپنی مقبولیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

نویں کانگریس

18-19-20 مارچ 2016

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان



مرکزی سیکرٹریٹ

D-168 نسیم نگر فیز III قاسم آباد۔ حیدرآباد

E-mail: cppk1948@gmail.com
Ph#: 022-260231
Fax#: 0092-22-260231
Cell: 0333-2714014. 0300-2059253
0345-3156703. 0336-3489784

Scanned with CamScanner